ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
32
www.tanzeem.org
9 تا 15 ذوالقعدہ 1436ھ / 25 تا 31 اگست 2015ء

زندہ اور متحرک ایمان

اسلامی نظریہ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ انسان کے دل و دماغ میں انقلاب پہلے پیدا کرتا ہے اور بعد میں پھر خارج میں اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسرے خودساختہ نظریات کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ خارج میں تبدیلی کا منصوبہ تو پیش کرتے ہیں لیکن اندرون سے کوئی بحث نہیں کرتے۔ شاخوں پر تو تیشے چلاتے ہیں لیکن جڑ کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ پھوڑے پھنسیوں پر نشتر زنی کرتے ہیں، لیکن فساد خون کا علاج نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برائی ایک جگہ دب جاتی ہے لیکن دوسرے نئے مقامات سے اُبھر آتی ہے۔ لیکن اسلام سب سے پہلے ایمان و اصلاح پر زور دیتا ہے۔ انبیاء اپنی دعوت کا آغاز ایمان سے کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ کی محبت اور اس کا خوف دلوں میں بٹھاتے ہیں اور غیر اللہ کی محبت اور خوف کو نکالتے ہیں اور جب اللہ کی محبت دل میں بسیرا بنا لیتی ہے تو فکر و نظر کا پیمانہ بدل جاتا ہے۔ سوچنے سمجھنے کے انداز میں تبدیلی آجاتی ہے۔ رجحان اور نقطہ نظر تبدیل ہو جاتا ہے اور انسان کی پوری شخصیت میں انقلاب آجاتا ہے۔

عبداللہ فہد فلاحی

اس شمارے میں

قصہ ایک ٹیپ کا!

کیا ہم آزاد ہیں......؟

پاک پوتر پاکستان...... کیونکر؟

غصہ کو قابو میں رکھنا

اسلام اور پاکستان......

جشن آزادی

اچھی صحبت اپنایئے!

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (672)

ڈاکٹر اسرار احمد

اپنے افکار کی بنیاد ٹھوس علمی حقائق پر رکھے

سُورۃ بنی اسرائیل — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت:36

وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ۝٣٦

آیت ۳۶ ﴿وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ﴾ ”اور مت پیچھے پڑو اُس چیز کے جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں۔“

بحیثیت اشرف المخلوقات انسان کا طرز عمل خالص علم پر مبنی ہونا چاہیے۔ اسے زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے کسی عمل یا نظریے کی بنیاد توہمات پر رکھے یا ایسی معلومات کو لائق اعتناء سمجھے جن کی کوئی علمی سند نہ ہو۔ بنیادی طور پر انسانی علم کی دو اقسام ہیں۔ ایک اکتسابی علم (acquired knowledge) اور دوسرا الہامی علم (revealed knowledge)۔ اکتسابی علم کا تعلق انسانی حواس اور ذہن سے ہے۔ جبکہ الہامی علم کا انسانی حواس سے کوئی تعلق نہیں۔

﴿اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ۝٣٦﴾ ”یقیناً سماعت‘ بصارت اور عقل سبھی کے بارے میں باز پُرس کی جائے گی۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم کے اکتساب و استعمال کے لیے حواسِ خمسہ (جن میں سے دو اہم ترین حواس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے) اور عقل سے نوازا ہے اور اس لحاظ سے اس کی ان صلاحیتوں کا احتساب بھی ہوگا۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مفید حواس (sense organs) عطا کیے ہیں اور ان حواس سے حاصل ہونے والی معلومات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے اسے نوازا ہے۔ اب اگر انسان اپنے ان حواس سے استفادہ نہ کرے‘ عقل و شعور کی صلاحیت سے کوئی کام نہ لے اور اپنے نظریات کی بنیاد توہمات پر رکھ لے تو وہ بہت بڑے ظلم کا مرتکب ہوگا۔ انسان کو اپنی ان صلاحیتوں کے حوالے سے اس ہستی کے سامنے جوابدہ رکھا گیا ہے جس نے اسے یہ سب کچھ عطا کیا ہے۔ چنانچہ انسان کو چاہیے کہ جس چیز یا خبر کی بنیاد میں الہامی یا اکتسابی و تجرباتی علم کی کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو‘ اسے قابل اعتناء نہ سمجھے اور اپنے افکار و نظریات کی بنیاد ایسے ٹھوس علمی حقائق پر رکھے جن کی وہ سائنٹیفک انداز میں توثیق و تصدیق بھی کر سکتا ہو۔ یہ آیت اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس نے علمی میدان میں نوعِ انسانی کی راہنمائی اس راستے کی طرف کی ہے جو انسان کے شایانِ شان ہے۔

فرمان نبویؐ

بے مقصد کام کو ترک کرو

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے مقصد (کام کی بات) کو ترک کر دے۔“

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے اوقات اور اپنی صلاحیتوں کو ایسے علوم کے حصول میں صرف نہ کرے جو علم شریعت اور وحی الٰہی سے دور کر دینے کا ذریعہ اور موجب بنے۔ ایسے علوم سیکھنے چاہییں جو خود اپنے اور دوسروں کے لئے فائدہ مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اعضاء اور حواسِ خمسہ کی جو نعمت دی ہے۔ مال و دولت عطا کی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے جان و مال کو فضول کاموں میں خرچ نہ کریں۔ ورنہ آخرت میں جواب طلبی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

قصہ ایک ٹیپ کا!

مرکزی وزیر برائے ماحولیات مشاہد اللہ نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ انکشاف کیا ہے کہ گزشتہ سال دھرنے کے دوران وزیراعظم نواز شریف نے آرمی چیف جنرل راحیل شریف کو ایک آڈیو ٹیپ سنائی تھی جس کے مطابق اُس وقت کے ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی لیفٹیننٹ جنرل ظہیر الاسلام عباسی احتجاج کرنے والوں کو ہدایات دے رہے تھے کہ حالات کو زیادہ سے زیادہ بگاڑا جائے۔ مشاہد اللہ کے مطابق، حالات کو بگاڑ کر نواز شریف اور راحیل شریف کے درمیان اختلاف پیدا کرنا مقصود تھا جس کے نتیجہ میں وزیراعظم آرمی چیف کو برطرف کر دیتے اور بعدازاں حکومت کے خلاف ٹُو کر کے اُن کی قیادت میں جرنیلوں کا ٹولہ اقتدار پر قابض ہو جاتا۔ گویا ظہیر السلام عباسی نہ صرف نواز شریف کی منتخب سیاسی حکومت کے خلاف سازش کر رہے تھے بلکہ فوجی بغاوت برپا کر کے اپنے چیف راحیل شریف کو بھی راستے سے ہٹانے کی سازش کر رہے تھے۔ ایسی کسی ٹیپ کی موجودگی اور اس انکشاف کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے وزیراعظم ہاؤس کے ترجمان اور حکومتی ترجمان نے بیک وقت کہا کہ ایسا کوئی واقعہ سرے سے پیش آیا ہی نہیں۔ وزیراعظم نے مشاہد اللہ سے فوری طور پر استعفیٰ طلب کر لیا جو اُنہوں نے بلاچون وچرا پیش کر دیا۔ کوئی تجزیاتی ذہن یہ قبول نہیں کر سکتا کہ یہ مشاہد اللہ کا ذاتی فعل تھا اس لیے کہ وہ وزیراعظم کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔ بڑے پڑھے لکھے، ذہین آدمی ہیں۔ اُن کی ذہانت کا مظاہرہ ٹی وی کے ٹاک شوز اور سینیٹ میں اُن کی تقاریر سے کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالہ سے حکومتی جماعت میں شاید ہی کوئی اور شخص اُن کے پایہ کا ہو۔ نواز شریف کے ساتھیوں میں ایسی Immaturity بلکہ حماقت کا مظاہرہ کرنے والے وہ آخری آدمی ہوں گے۔ تھوڑی سی سنجیدگی سے سارے معاملے پر غور کیا جائے تو عام آدمی بھی اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ اعلیٰ ترین حکومتی سطح پر یہ سب کچھ پلان کیا گیا اور مشاہد اللہ وزارت قربان کرنے پر آمادہ ہوئے اور یہ اس لحاظ سے اتنی بڑی قربانی بھی نہ تھی کیونکہ ماضی میں اُن کے بھائیوں کو پی آئی اے میں آؤٹ آف ٹرن ترقی دی گئی۔ اُن کی بیٹی کو qualify نہ کرنے کے باوجود ایک اعلیٰ عہدہ پر تعینات کرنے کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ اسمبلی میں عورتوں کی مخصوص نشستوں میں سے ایک اُن کے گھرانے کو عطا ہوئی۔ اب اگر یہ تجزیہ درست ہے تو سوال یہ ہے کہ حکومت کو اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی کہ وہ اپنی اعلیٰ ترین خفیہ ایجنسی کو یوں بدنام کرے اور وہ بھی بی بی سی جیسے غیر ملکی نشریاتی ادارے کے سامنے جس کی بہرحال دنیا بھر کے نشریاتی اداروں میں ایک حیثیت ہے اور اُسے دیکھا سنا جاتا ہے۔

ہماری رائے میں اصل صورتِ حال کو سمجھنے کے لیے ہمیں اڑسٹھ میں سول ملٹری تعلقات پر نگاہ ڈالنا ہو گی۔ خصوصاً نواز شریف کی حکومت کے تینوں ادوار میں ہونے والے واقعات کا جائزہ لینا ہو گا۔ ہم سمجھتے ہیں اس پر تو ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ''ندائے خلافت'' کے قارئین صرف یہ نوٹ کر لیں کہ نواز شریف پاکستان کے واحد وزیراعظم ہیں جنہوں نے ایک آرمی چیف (وحید کاکڑ) سے استعفیٰ لیا، ایک آرمی چیف (آصف جنجوعہ) سے ان کی کشیدگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور اس کا نتیجہ نکلنے کو تھا کہ آصف جنجوعہ اچانک ہارٹ فیل سے انتقال کر گئے۔ نواز شریف سے ان کا کشیدگی کا معاملہ اس نہج پر پہنچ چکا تھا کہ آصف جنجوعہ کے خاندان نے نواز شریف پر الزام لگایا کہ

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
9 تا 15 ذوالقعدہ 1436ھ — جلد 24
25 تا 31 اگست 2015ء — شمارہ 32
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

انہیں زہر دے کر مارا گیا ہے۔ مرزا اسلم بیگ بھی نواز شریف دور کے آرمی چیف تھے۔ ان سے بھی تعلقات بہت کشیدہ رہے۔ جنرل پرویز مشرف کو انھوں نے برطرف کر دیا جس پر پرویز مشرف نے ان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ آج عسکری قیادت سے ان کی کشیدگی اس سطح پر پہنچ گئی ہے کہ انھوں نے اپنے وزراء خواجہ آصف اور مشاہداللہ کے ذریعے دنیا کو آگاہ کیا ہے کہ جو آئی ایس آئی ساری دنیا کو کھٹکتی ہے ملک میں بھی اس کا کردار یہ ہے کہ وہ اپنی منتخب حکومت کے خلاف گھناؤنی سازشیں کر رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ضربِ عضب کے حوالہ سے حکومت اور فوج ایک پیج پر نہ تھے لیکن جب شمال مغربی سرحد پر فوجی آپریشن سے قابل ذکر بہتری آئی اور دہشت گردی کے واقعات میں بہت بڑی کمی واقع ہوئی تو حکومت نے آگے بڑھ کر فوجی آپریشن کو own کر لیا۔ بلوچستان میں اگرچہ فوجی آپریشن اس درجہ تک تو کامیاب نہیں ہو سکا کہ دہشت گردی کا قلع قمع ہو سکے لیکن وہاں بھی عوام کو کسی حد تک سکون نصیب ہوا ہے۔ ان دونوں صوبوں میں مرکزی حکومت کے مفادات پر زد نہیں پڑتی تھی، لہٰذا بلوچستان میں بھی حکومت فوج کی پشت پر آ گئی۔ کراچی کا مسئلہ مختلف ہے۔ وہاں اگرچہ ایم کیو ایم کی بادشاہت مرکزی حکومت کو منظور نہ تھی اور وہ اس کی قوت کو کمزور کرنا چاہتی تھی لیکن پاکستان پیپلز پارٹی جو مرکز میں نام نہاد اپوزیشن کا رول ادا کر رہی ہے جب کہ حقیقت میں وہ حکومت کی بی ٹیم ہے اسے کسی قسم کا نقصان پہنچے، مرکزی حکومت کو یہ گوارا نہ تھا۔ ملک میں آپریشن کے دوران فوج اس نتیجہ پر پہنچی تھی کہ مالیاتی کرپشن جو معاشی دہشت گردی کی صورت اختیار کر چکی ہے اس کے خلاف کارروائی نہ کی گئی اور دہشت گردوں کی فنڈنگ نہ روکی گئی تو ملک میں خون کی ہولی کھیلنے والوں کا کچھ نہ بگاڑا جا سکے گا۔ لہٰذا سندھ میں انھوں نے مختلف محکمہ جات کی چھان بین شروع کر دی جو اگرچہ رینجرز کا مینڈیٹ تو نہ تھا مگر فوج کا موقف تھا کہ اگر اس فنڈنگ کو نہ روکا گیا تو ملک کی زمین بے گناہوں کے خون سے رنگین ہوتی رہے گی۔ شریف برادران کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ فوج سندھ کے بعد پنجاب کا رخ کر سکتی ہے کیونکہ پنجاب میں اگر میگا پراجیکٹس ہیں تو میگا کرپشن بھی ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان جیسے ملک میں جہاں اڑسٹھ سال میں جمہوریت اپنے قدم نہیں جما سکی اور کئی مرتبہ فوجی بوٹوں تلے روندی گئی ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی وزیراعظم اندھا دھند انداز میں مکمل اقتدار اور قوت کا ارتکاز اپنی ذات میں چاہے گا تو کم از کم ایک ایسے ملک میں جہاں جمہوریت سسکیاں لے لے کر اور ڈبکیاں لگا کر آگے بڑھنے میں کوشاں ہے وہاں جمہوریت کے حوالہ سے خیر برآمد ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ کراچی میں الطاف حسین کے مفادات پر زد پڑی تھی تو اس نے کھلم کھلا ''را'' اور نیٹو فورسز سے مدد طلب کی تھی، اب شریف برادران نے ضربِ عضب کا رخ پنجاب کی طرف محسوس کیا ہے تو انھوں نے اپنے ''روایتی شریفانہ طریقہ'' کو بروئے کار لاتے ہوئے لپٹے لپٹائے طریقہ سے دنیا کو پکارا ہے اور دنیا خاص طور پر بھارت کی آواز میں آواز ملائی ہے کہ دنیا بھر میں یا کم از کم اس خطے میں فساد کی اصل جڑ آئی ایس آئی ہے۔ یعنی جو بات ایم کیو ایم کھر درے بھونڈے اور بے باک انداز میں دنیا سے کہہ رہی ہے وہی بات مسلم لیگ (ن) نے بھولے پن اور معصومیت سے کہہ بھی دی ہے اور اس کی انکاری بھی ہو گئی ہے۔ ہمارا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آئی ایس آئی دودھ کی دھلی ہوئی ہے۔ ہم اس کے انٹرنیشنل اور گلوبل رول سے تو مطمئن ہیں لیکن یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ماضی میں اندرون ملک آئی ایس آئی گندی سیاست میں ملوث رہی۔ کبھی نواز شریف کو برسر اقتدار لانے کے لیے آئی جے آئی بنائی گئی، کبھی بے نظیر حکومت کے خلاف سازش کی اور کبھی نواز شریف کی حکومت گرائی گئی۔ اس واقعہ میں ہمارا حکومت پر اصل اعتراض یہ ہے کہ وہ گھر کے معاملے کو گھر کے اندر میڈیا سے دور رہ کر حل کیوں نہیں کرتی۔ دنیا بھر میں حکومتیں ایسے معاملات کو در پردہ حل کر لیتی ہیں۔ تاریخ سے ہم کئی مثالیں دے سکتے ہیں کہ امریکہ جو دنیا کی طاقتور ترین جمہوریت سمجھی جاتی ہے اور بھارت جو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے دونوں ممالک میں وہاں کی اسٹیبلشمنٹ کئی معاملات میں انتظامیہ کا دامن پیچھے سے زور دار انداز میں تھام لیتی ہے اور اُسے آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے یا اُس کا رخ موڑ دیتی ہے اور بالآخر وہ ایک دوسرے کو ایڈجسٹ کر لیتے ہیں۔ پاکستان کی انتظامیہ اور اسٹیبلشمنٹ یہی طریقہ کار اختیار کر کے کیوں نہیں خود کو جگ ہنسائی سے بچاتے۔ اگر ظہیر الاسلام عباسی نے ایسی کوئی حرکت کی تھی جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا تھا تو وزیراعظم اور آرمی چیف اپنی اپنی سطح پر انکوائری کرتے اور ڈی جی آئی ایس آئی کو برطرف کر دیا جاتا۔ پریس کو اس سے زیادہ کچھ بتانے کی ضرورت نہ تھی کہ ان کے خلاف Disciplinary action لیا گیا ہے جو بہت سے فوجیوں کے خلاف لیا جاتا ہے۔ چوک میں گندے کپڑے دھونے کی کیا ضرورت تھی، خاص طور پر پاکستان کو جو بدقسمتی سے بھارت کا ہمسایہ ملک ہے جو ہر وقت ہمیں ڈسنے کے لیے تاک میں رہتا ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ پاکستان کا ایک ادارہ جو دوسرے اداروں، جماعتوں اور افراد کی طرح اپنے اندر بہت سی برائیاں رکھتا ہے، ملکی سطح پر بہت سی غلط کاریوں کا مرتکب ہو چکا ہے لیکن دشمن ممالک خصوصاً بھارت جیسے ازلی دشمن کے حوالے سے اس کی کارکردگی شاندار اور قابل تحسین ہے۔ ہمیں اس کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہیے اور اندرونی طور پر اس سے ایسی لڑائی لڑنا چاہیے جس کی باہر کانوں کان خبر نہ ہو، جیسے ہم اپنے گھر کے بگڑے ہوئے فرد کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم باہر کے لوگوں کو بتائیں گے بلکہ واویلا کریں گے کہ ہمارے گھر کا آدمی اتنا بُرا ہے تو پھر اسے اہل خانہ سے بغاوت کرنے سے کون روکے گا جب کہ گھر کے سربراہ کا اپنا معاملہ یہ ہے کہ اس کا اپنا دامن بھی بے داغ نہ ہو اور باغی کے پاس بھی کہنے کو بہت کچھ ہو۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے!

☆☆☆☆☆

جشن آزادی کے تناظر میں ایک سوال

کیا ہم آزاد ہیں......؟

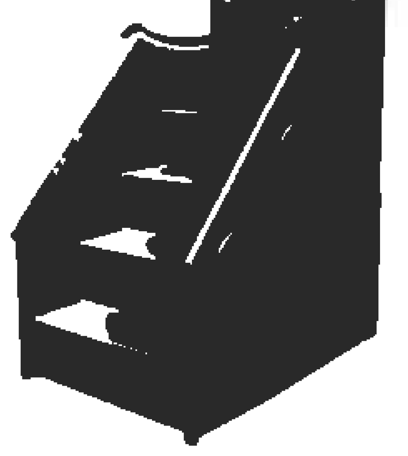

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا 14 اگست 2015ء کا خطاب جمعہ

آج 14 اگست ہے اور آج پاکستان کے قیام کو شمسی تقویم کے اعتبار سے 68 برس‘ جبکہ قمری تقویم کے حساب سے 70 برس ہو چکے ہیں۔ ہم ہر سال 14 اگست کو سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر آزادی کا جشن مناتے ہیں، مگر جس انداز میں مناتے ہیں وہ بہت قابل لحاظ معاملہ ہے۔ حالانکہ علامہ اقبال نے کہا تھا:

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب!

اگر اس قوم میں بھی خود احتسابی ہوگی تو یہ ایک زندہ قوم شمار ہوگی۔ یعنی یہ قوم اپنا احتساب کرے کہ ایک سال میں کیا کھویا، کیا پایا اور پاکستان جو ایک اسلامی ریاست کے قیام کے لیے بنا تھا، اس کے حوالے سے آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔

بلاشبہ اللہ عزوجل کی غیبی مدد سے ہمیں یہ پاکستان عطا ہوا‘ ورنہ زمینی حقائق کے مطابق تو ایک فیصد بھی پاکستان کے قیام کی امید نہیں تھی۔ یہ ناممکن اس وجہ سے ممکن بنا کہ ہم نے اللہ سے عہد کیا تھا اور اس کے لیے بھرپور تحریک چلائی تھی کہ اے اللہ تو ہمیں آزاد خطہ عطا فرما تو ہم تیرا نظام اس ملک میں نافذ کریں گے۔ ویسے تو انگریز نے بھی اپنے دور حکومت میں نماز، روزے اور زکوٰۃ پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی، مگر اس نے اسلامی نظام ختم کر کے اپنا سیکولر نظام پورے برصغیر میں نافذ کر دیا تھا۔ اس نظام کے تحت آپ کو اونچی آواز میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانے کی مکمل آزادی تھی، اس لیے کہ انگریز کو بھی پتا تھا کہ اس نعرے کے اندر کوئی جان نہیں ہے اور یہ ہمارے سامنے سرنڈر کیے بیٹھے ہیں۔ جبکہ ہمارا حال یہ تھا کہ ہم زبان سے اللہ اکبر کہہ کر مطمئن ہو جاتے تھے کہ ہم نے اللہ کو بڑا کر دیا۔ اس پر علامہ اقبال نے کہا تھا:

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات!
وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ ملا و جمادات و نباتات!

یعنی حق تو یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں اللہ ہی کی کبریائی کا نظام قائم ہونا چاہیے اور جو اس مقصد کے لیے میدان میں نکلتے ہیں اور گردن کٹوانے کے لیے تیار ہوتے ہیں وہ قابل رشک ہیں، جبکہ جو صرف زبانی تسبیحات کرتے رہتے ہیں تو ان کو جان لینا چاہیے کہ اس کائنات کی ہر ایک چیز تسبیح کر رہی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ

مرتب: حافظ محمد زاہد

آج کا ملا بھی اسی زبانی تسبیح پر اکتفا کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہوا ہے۔

بہر حال ہر سال کی طرح آج بھی ہم یوم آزادی منا رہے ہیں، مگر غور طلب بات یہ ہے کہ ہم حقیقی معنوں میں آزاد بھی ہیں کہ نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے آپ کو آزاد سمجھنے والے احمقوں کی دنیا میں جی رہے ہیں۔ آزادی کہاں ہے ہمارے پاس؟ ہمارے سیاسی فیصلے تو کب سے امریکہ کر رہا ہے۔ صرف دکھانے کے لیے جمہوریت کی ڈگڈگی بجاتے ہیں، لیکن فیصلے اوپر ہوتے ہیں کہ کس کو آگے لانا ہے، کس کو پیچھے رکھنا ہے۔ اور جسے آگے لانا ہے اس سے معاملات پہلے طے کیے جاتے ہیں۔ کبھی ضرورت پڑتی ہے تو معین قریشی کا نزول آسمانِ امریکہ سے براہ راست اسلام آباد میں بطور وزیر اعظم ہوتا ہے‘ وہ بھی اس کیفیت کے ساتھ کہ ابھی اس کا پاکستانی شناختی کارڈ بھی نہیں بنا ہوا تھا جو بعد میں ہنگامی طور پر بنایا جاتا ہے۔ پھر کسی کو این آر او کے چشمے سے دھلا کر پاک صاف کر کے ہمارے سروں پر بٹھا دیا جاتا ہے، جبکہ بیوقوف ہم بنتے ہیں اور یہ سوچ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم اپنے ووٹوں سے لوگوں کو منتخب کرتے ہیں۔

یہ تو سیاسی معاملات ہیں جن میں ہم ایک فیصد بھی آزاد نہیں ہیں‘ جبکہ معاشی طور پر بھی ہم غلام ہیں۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے قرضے تلے اتنے دبے ہوئے ہیں کہ عوام چیخیں ماریں‘ جو مرضی کریں بجلی کے نرخ بڑھیں گے اس لیے کہ آئی ایم ایف کا قرض دینا ہے اور اس کا دباؤ ہے کہ قیمتیں بڑھاؤ۔ لہٰذا کچھ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ہم معاشی طور پر غلام ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ ہمارے پاس آپشن ہی کوئی نہیں ہے۔ دنیا کے تمام وسائل اللہ نے ہمیں دیے ہیں‘ لیکن آج ہم سب سے زیادہ کنگال قوم ہیں۔ ہمارے بجٹ کا کثیر حصہ ویسے ہی سودی قرضوں کی ادائیگی میں نکل جاتا ہے اور پیچھے بچتا ہی کچھ نہیں ہے جس سے ملک چلایا جا سکے اور پھر ہم دنیا سے بھیک مانگتے ہیں۔ لہٰذا معاشی طور پر بھی ہم غلام ہیں اور سیاسی طور پر بھی۔

اسی طرح قانونی سطح پر بھی ہم غلام چلے آ رہے ہیں اس لیے کہ آج بھی انگریزوں کا بنایا ہوا قانون اس ملک میں رائج ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد ہندوستان پر قابض ہونے والی انگریز حکومت نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کے بنائے ہوئے سارے عدالتی اور ملکی قوانین، جو اسلامی انداز سے چل رہے تھے‘ سب کو ختم کر دیا اور فیصلہ سنا دیا کہ آج سے ملکہ وکٹوریہ کا قانون چلے گا۔ ان

قوانین کو آج تک ہم نے مقدس گائے کی طرح سنبھال کر رکھا ہوا ہے اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ 70 سال ہو گئے ہمیں آزادی ملے ہوئے لیکن آج بھی ہم انہی قوانین کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ چنانچہ آج ہم ہر اعتبار سے محکوم قوم ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بڑے جوش و خروش سے جشن آزادی منا رہے ہیں۔

ان سب محرومیوں اور غلامیوں کے ساتھ ساتھ ہمارا قومی جرم یہ ہے کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر معجزانہ طور پر حاصل کیا تھا' لیکن ہم نے یہاں اللہ کے قوانین کو نافذ نہیں کیا۔ لیکن اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ آج کے ہمارے دانشور اظہر من الشمس اس حقیقت کو ہی جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اور یہ طبقہ دو قومی نظریہ کے وجود کو ماننے سے بھی انکاری ہے۔ سبحان اللہ! اتنی بڑی ڈھٹائی! قائداعظم نے مسلمانوں کا مقدمہ اس بنیاد پر لڑا کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک قوم کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ ہم الگ قوم ہیں' ہمارے عقائد الگ ہیں' ہماری رسومات الگ ہیں' ہماری ثقافت اور ہمارا رہن سہن الگ ہے' ہماری تعلیم الگ ہے جبکہ آج کے نام نہاد دانشور جن کی اکثریت ذرائع ابلاغ کے اوپر قابض ہے' کہتے ہیں کہ دو قومی نظریہ کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ یہ ہے ہمارا سب سے بڑا المیہ۔ اس پر صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حقیقت یہ ہے کہ اس زمین کے اوپر سب سے پہلے حقیقی اسلامی ریاست کا آغاز مدینہ سے ہوا تھا اور پاکستان بھی اس دور میں گویا ایک آغاز ہے جو صرف اور صرف اسلام کی بنیاد پر بنا ہے۔ پاکستان اس وقت دنیا میں واحد نظریاتی ریاست ہے اور اس بات کو ہمارے دشمن بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ غلط فہمی کی بنا پر اسرائیل کو نظریاتی ریاست کہہ دیتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں اسرائیل نظریاتی نہیں' بلکہ نسلی ریاست ہے۔ وہاں سب یہودی ایک نسل کی بنیاد پر اکٹھے ہیں' ان کا مذہب بھی اگرچہ ایک ہے لیکن یہودی ازم کی آئیڈیالوجی اس طرح کی نہیں ہے کہ جو پوری نوع انسانی کو کور کر سکے، اس لیے کہ وہ صرف اس کو یہودی مانتے ہیں جو پیدائشی یہودی ہے۔ لہٰذا حقیقی معنوں میں نظریاتی ریاست صرف پاکستان ہے اور دنیا بھی اس بات کو مانتی ہے۔

لندن کے مشہور اخبار لندن ٹائمز کے ایڈیٹر نے تقسیم ہند کے وقت اپنے اداریے میں لکھا تھا کہ آج ہندوستان میں دو ملک وجود میں آئے۔ ایک ہندوستان اور ایک پاکستان۔ ان میں سے پاکستان ایک نظریے کی بنیاد پر بنا ہے اور یہاں کے رہنے والوں کی اکثریت اسی نظریے کی قائل ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب کسی نظریے کی بنیاد پر کوئی ملک وجود میں آتا ہے تو اس ملک کو ترقی کے راستے پر آگے بڑھنے سے کوئی روک نہیں سکتا، لہٰذا اس کا مستقبل بہت روشن نظر آتا ہے جبکہ بھارت کے اندر بے شمار مذاہب، بے شمار زبانیں اور بے شمار کلچر ہیں اور ان کو جوڑنے والا کوئی نظریہ نہیں ہے، لہٰذا وہ مسائلستان ہے اور اس کا مستقبل ہمیں تاریک دکھائی دیتا ہے۔ ثابت ہوا کہ انہوں نے بھی مانا کہ پاکستان ایک آئیڈیالوجی پر بنا ہے اور آئیڈیالوجی میں بڑی قوت ہوتی ہے اور اس کا دنیا میں بھی مستقبل روشن نظر آ رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اس نظریہ کو اپنایا ہی نہیں اور آج ہم چاروں طرف سے مسائل میں گھرے ہوئے ہیں' جبکہ بھارت دن دگنی رات چگنی ترقی کر رہا ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ اسی اخبار کے ایڈیٹر نے تقسیم ہند کے چالیس برس پورے ہونے پر بھی کیا تھا۔

چنانچہ ہمیں چاہیے کہ ہم جشن آزادی اس انداز سے منائیں کہ اپنا احتساب بھی کریں اور اپنی غلطیوں اور خامیوں کا جائزہ بھی لیں۔ پھر ہم یہ بھی دیکھیں کہ اس

پریس ریلیز 21 اگست 2015ء

سپیکرز کانفرنس میں مقبوضہ کشمیر کے سپیکر کو مدعو نہ کر کے پاکستان نے کشمیر پر اپنے اصولی موقف کی توثیق کی ہے

اُردو کو عملی طور پر قومی زبان بنانا اور دفتری زبان کا درجہ دینا آئین کا تقاضا ہے

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اکابرین کو یہ توفیق دے کہ وہ اُردو زبان میں حلف بھی لیں اور اُسے ہی تحریر و تقریر کا ذریعہ بنائیں

حافظ عاکف سعید

سپیکرز کانفرنس میں مقبوضہ کشمیر کے سپیکر کو مدعو نہ کر کے پاکستان نے کشمیر پر اپنے اصولی موقف کی توثیق کی ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ قومی سلامتی کے مشیر سرتاج عزیز کا اپنے دورہ کے دوران حریت کانفرنس کے رہنماؤں سے ملاقات اور مشورہ بھی قابل تحسین ہے اس سے بھارت کو یہ پیغام جائے گا کہ ہمیں کشمیر کا کوئی ایسا حل قبول نہیں جسے کشمیری عوام کی حمایت حاصل نہ ہو۔ اُردو زبان کے حوالہ سے وزیر منصوبہ بندی احسن اقبال کے بیان پر تنقید کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ اردو انگلش کو ملا کر اردش کے نام سے زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا اُردو کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہماری حکومت اور اپوزیشن دونوں دن رات آئین کی بالادستی کی رٹ لگاتی ہیں لیکن جہاں اُن کے اپنے مفادات پر زد پڑے وہ آئین کو مکمل طور پر فراموش کر دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اُردو کو عملی طور پر قومی زبان بنانا اور دفتری زبان کا درجہ دینا آئین کا تقاضا ہے جسے اُنہوں نے پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ اُنہوں نے نئے چیف جسٹس خواجہ ایس جواد کا اُردو میں حلف اٹھانے کو سراہتے ہوئے کہا کہ کفر ٹوٹا ہے خدا خدا کر کے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اکابرین کو یہ توفیق دے کہ وہ اُردو زبان میں حلف بھی لیں اور اُسے ہی تحریر و تقریر کا ذریعہ بنائیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

وقت دنیا کی نگاہ میں ہم کہاں کھڑے ہیں۔ آج دنیا ہمیں ناکام ریاست کے نام سے پکارتی ہے۔ انہیں معلوم ہےکہ یہ سیاسی طور پر نابالغ لوگ ہیں۔ انڈیا نے آزاد ہو کر سیاسی بالغ نظری کا ثبوت دیا۔ انہوں نے جاگیرداری نظام کو ختم کیا اور اپنی ملکی سیاست کو جمہوریت کی پٹڑی پر ایسا چڑھایا کہ وہ آج تک تسلسل کے ساتھ چل رہی ہے۔ ہمارے ہاں ہر چوتھے دن مارشل لاء لگا ہوتا ہے اور پھر جو سیاسی حکومت آتی ہے تو وہ باہم کھینچ تان میں وقت گزار دیتی ہے۔ چنانچہ سیاسی طور پر ہم نابالغ ہیں اور معاشی طور پر کنگال ہیں، جبکہ انڈیا اس علاقے کی فوجی اعتبار سے بھی سپر پاور ہے اور معاشی اعتبار سے بھی۔ لہٰذا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ دوسروں کی نگاہ میں ہماری کیا وقعت ہے۔

یہی امریکی جو ہمیں سر پر بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پاکستان نے ہمارے ساتھ وفاداری کی اور ہم نے ہمیشہ اس کا ساتھ چھوڑا' لیکن آئندہ ایسا نہیں ہوگا اور امریکہ پاکستان کی بھرپور سرپرستی کرے گا۔ لیکن ہر چوتھے روز وہی ہمارے اوپر چھانٹا لگاتا ہے۔ کبھی اسامہ کے حوالے سے ذلیل کرتا ہے' کبھی سلالہ کیمپ کے واقعہ سے اور کبھی کسی اور حوالے سے۔ اور جب ہم یہاں سے بل بنا کر بھیجتے ہیں کہ ہم نے آپ کی یہ خدمت کی ہے اور اس میں ہمارا یہ نقصان ہوا ہے لہٰذا ہمیں اس کا معاوضہ ادا کرو تو وہ بل مشکل سے منظور ہوتا ہے اور وہ معاوضہ ہمیں ایسے دیا جاتا ہے جیسے کسی انتہائی گرے پڑے بھکاری کو دیا جا رہا ہو۔

یہ سب ہم بھگت رہے ہیں اور ذلت و مسکنت ہم پر چھائی ہوئی ہے۔ ہم نے اللہ کے دین کو چھوڑا اور اپنے عہد سے غداری کی تو ہمارا یہی حال ہونا تھا۔ مسلمان ہونے کے ناتے اس ملک کے اندر اللہ کے دین کو قائم کرنا ہماری اولین دینی ذمہ داری تھی اس لیے کہ یہاں 95 فیصد مسلمان ہیں' لیکن سیدھی سی بات ہے کہ ہمیں اللہ کا نظام پسند نہیں ہے' ہمیں تو انگریز کا دیا ہوا نظام پسند ہے اور ہم تو اسی کو چلائیں گے۔ یہی ہمارے اعمال ہیں جس کے نتیجے میں ذلت اور مسکنت کا عذاب آج ہم پر مسلط ہے۔ ہم اپنے بارے میں کتنے ہی خوش فہمی میں مبتلا ہوں' لیکن ساری دنیا میں مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانیوں کو سب سے زیادہ تحقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

میں نے ابتدا میں سورۃ الانفال کی آیت تلاوت کی جس میں لگتا ہے کہ ہمارا ہی ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۲۶﴾ (الانفال:26)

''اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں دبا لیے گئے تھے، تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اُچک لے جائیں گے تو اللہ نے تمہیں پناہ کی جگہ دے دی اور تمہاری مدد کی اپنی خاص نصرت سے اور تمہیں بہترین پاکیزہ رزق عطا کیا' تا کہ تم شکر ادا کرو۔''

تقسیم سے پہلے مسلمان انگریز اور ہندو دونوں کی غلامی کی چکی میں پس رہا تھا۔ انگریز مسلمانوں کا اس لیے دشمن تھا کہ اس نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ ویسے بھی یہود و نصاریٰ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں لیکن یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ ہندو اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کے خلاف نہیں تھا۔ مغلوں کے دور میں بھی کبھی ہندو کو شکایت نہیں تھی۔ امن و امان اور خوشحالی ایسی تھی کہ ساری دنیا کی نظریں برصغیر کے اوپر پڑتی تھیں لیکن انگریز نے اپنی پالیسی کے تحت ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑایا۔ انگریز نے ہندو کے دل میں مسلمانوں کی نفرت ڈالی۔ انگریز ہندو کو ملازمتوں میں، تعلیم میں' بلکہ ہر میدان میں پروموٹ کر رہا تھا۔ گویا انگریز اور ہندو مل کر مسلمان کو رگڑ رہے تھے۔

مسلمانوں کو اپنے وجود کے تشخص کا اندیشہ بھی لاحق تھا۔ ابتدا میں تو چند مسلمان برصغیر میں آ کر اس ملک کے اوپر قابض ہو گئے تھے۔ بعد میں یہیں کے لوگ اولیاء اللہ کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے اور پھر ان کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی۔ ہندوؤں نے چاہا کہ انہیں واپس ہندومت کی طرف لایا جائے۔ شدھی اور شنگٹھن کی تحریکیں اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ خاص طور پر دہلی کے قریب میوات کے علاقے میں ان کی یہ تحریک بڑی کامیاب ہو رہی تھی اور لوگ بڑی تیزی سے اسلام چھوڑ کر واپس ہندومت کی طرف جا رہے تھے۔ اُس وقت مولانا الیاسؒ نے میوات کے علاقے سے تبلیغی معاملہ شروع کیا تا کہ لوگوں کو دین سکھایا جائے اور دین کی طرف راغب کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا الیاسؒ اور ان کے ساتھیوں کی محنت سے وہاں وہ تحریک ناکام ہوئی ہے۔ تو یہ تھی اس وقت کی ساری صورت حال!

زیر مطالعہ آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے معجزہ کی صورت میں ہمیں پاکستان جیسی نعمت سے نوازا تو اس پر ہمیں رب تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا۔ اب شکر کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم انگریز کے نظام کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیتے اور اللہ کا قانون یہاں نافذ کرتے' لیکن ہم نے کہا کہ نہیں، ہم اسی نظام کو چلنے دیں گے اور پھر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں ہے' حالانکہ قائداعظم کے تحریک پاکستان کے دور کے ایک سو سے زائد ایسے بیانات موجود ہیں جن سے صاف نظر آتا ہے کہ الگ ملک کے قیام کا اصل مقصد اللہ کے دین کو قائم کرنا تھا۔ نظام معیشت، نظام ریاست، نظام سیاست اور ہر نظام کو اسلام کے تابع کرنا مقصود تھا۔ مگر ان کی زندگی نے ساتھ نہیں دیا' البتہ عالم اسلام کے ایک بہت عظیم نومسلم سکالر علامہ اسد کو انہوں نے یہ ڈیوٹی دی تھی کہ وہ نظام تعلیم، نظام قانون، نظام معیشت وغیرہ کو اسلامائز کرنے کے حوالے سے کام کریں تا کہ ہم اس ملک کو صحیح معنوں میں اسلام کا گہوارہ بنا سکیں۔ لیکن پھر یہ ہوا کہ جیسے ہی قائد کی وفات ہوئی تو ہماری بیوروکریسی نے علامہ اسد کو کسی ملک کا سفیر بنا کر زبردستی بھیج دیا اور انہوں نے جو کام انتہائی محنت اور لگن جستجو سے کیا تھا' اس کو بھی ایک سازش کے تحت آگ لگا دی گئی۔

اب یہ ہماری نااہلی ہے کہ ہم اس ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی نہ بنا سکے۔ اس ضمن میں پوری قوم مجرم ہے اور سب سے بڑے مجرم حکمران ہیں اس لیے کہ کنٹرول ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور جب حکمران طبقہ اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے تو یہ ذمہ داری علماء اور رجال دین پر آ جاتی ہے کہ وہ عوام کی ذہن سازی کریں، ان کے اندر ایمانی جذبہ پیدا کریں' انہیں دینی شعور عطا کریں اور ان سب مقاصد کے لیے ایک بھرپور تحریک چلائیں۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے علماء نے بھی اپنی ذمہ داری صحیح طریقے سے نہیں نبھائی اور صرف اس بات پر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے کہ ہمارے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں پر حاکمیت اللہ کی ہوگی' حالانکہ عملی طور پر اس سے بڑا جھوٹ کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ اس ملک میں کوئی بھی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بن سکتا جبکہ اسلامی نظریاتی کونسل نے سات سو سے زائد ملکی قوانین کی نشاندہی کی ہے کہ یہ غیر اسلامی ہیں، لیکن وہ بھی اس ملک میں چل رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن وسنت کو بھی عملاً ہم نے پاؤں تلے روندا ہوا ہے۔ تو یہ ہماری ناشکری کی انتہا ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کے سامنے ایک جائزہ پیش کیا ہے کہ ہماری وقعت لوگوں اور دنیا والوں کی نگاہ میں کیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی نگاہ میں ہماری کیا وقعت ہے۔ اس ضمن میں' میں سورۃ النحل کی آیت 112 کا حوالہ دوں گا جو ہمارے حالات پر پورے طور پر صادق آتی ہے۔ فرمایا:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۝﴾

''اور اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک بستی کی جو بالکل امن واطمینان کی حالت میں تھی' آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بافراغت ہر طرف سے، پس اُس نے ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی' تو اسے چکھا (پہنا) دیا اللہ نے لباس بھوک اور خوف کا' اُن کے کرتوتوں کی پاداش میں۔''

اس آیت کو ہم پاکستان کے حالات پر منطبق کرتے ہیں۔ پاکستان کے ابتدائی حالات پر ایک نظر دوڑائیں کہ ایک دور تھا کہ دہشت گردی کے نام سے بھی لوگ واقف نہ تھے اور ہر اعتبار سے بہت اطمینان اور سکون تھا۔ ہر طرح کی خوشحالی اللہ نے دی ہوئی تھی۔ اس پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ کے آگے مزید جھکتے، اس کے فرمانبردار بنتے، اس ملک میں اللہ کے دین کو قائم کرتے اور اس کی تبلیغ کے لیے آگے نکلتے۔ لیکن ہم نے اس کے بالکل برعکس کام کیا۔ ہم نے ناقدری، ناشکری اور کفرانِ نعمت کی انتہا کر دی اور بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ یہ ملک تو اسلام کے لیے بنا ہی نہیں ہے۔

ہماری بداعمالیوں کے نتیجہ میں دو چیزیں ہم پر مسلط کر دی گئیں' ایک بھوک اور ایک خوف۔ اس وقت ملک کی بہت بڑی آبادی کو بنیادی ضروریات تک میسر نہیں ہیں۔ کوئی بیمار ہو جائے تو ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے دھکے کھانے کے یا ہاتھ پھیلانے کے۔ اس بھوک کو ختم کرنے کے لیے عورتیں اپنی عصمت قربان کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ پھر سطح غربت میں مسلسل تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس کی وجہ سے جرائم بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ اب بہت لوگ محسوس کرتے ہیں کہ اس ملک کے اندر خونی انقلاب آئے گا اور پھر یہ غریب طبقہ سرمایہ داروں کے پیٹ پھاڑے گا۔

دوسرا عذاب خوف کا ہے اور اس کے بارے میں مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ یہ خوف کا بھی کوئی عذاب ہوتا ہے اس لیے کہ اس وقت ملک کا سب سے بڑا مسئلہ امن وامان اور سکیورٹی کا ہے۔ حالانکہ 60 کی دہائی کے آخر میں اتنا امن وامان تھا کہ ہم ایئرپورٹ احاطے کے اندر چلے جاتے تھے اور جہاز سے اترنے والوں اور جانے والوں سے مصافحہ بھی کرتے تھے۔ لیکن اب حال یہ ہے کہ ہر طرف خوف کا عالم ہے اور کسی کی جان بھی یہاں محفوظ نہیں ہے۔

بہر حال اس سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم اللہ سے وفاداری اختیار کریں اور اس وفاداری کا اجتماعی تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے اس ملک میں اسلامی نظام کو رائج کرنے کی جدوجہد کریں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سچی توبہ کریں اور پھر...... ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (البقرۃ: 218) ''اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے''...... کے مصداق صرف نماز روزے کی حد تک نہیں' بلکہ پورے کے پورے دین میں داخل ہو جائیں اس لیے کہ دین صرف نماز نہیں ہے، بلکہ آپ کی ثقافت' آپ کے گھریلو معاملات' معاش، معاشرتی معاملات اور سماجی اصول سب کے سب دین کے تابع ہوں گے تو آپ اس آیت کا مصداق قرار پائیں گے۔ سچی توبہ اور دین کے اندر پورے داخل ہونے کے بعد اگلا قدم یہ ہے کہ آپ اس ملک میں اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد شروع کر دیں۔ اگر آپ یہ سب کریں گے تو پھر اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں موقع دے کہ ہم اپنے رب کی اس بہت بڑی نعمت کی قدر افزائی کر سکیں اور اس میں اللہ کے نظام کو نافذ کر کے اس کو پوری دنیا کے لیے مینارہ نور بنا سکیں۔ ☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی، عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول، پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور'' میں

مبتدی تربیتی کورس

06 تا 12 ستمبر 2015ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

11 تا 13 ستمبر 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 091-2262902/0333-9244709/0333-9291915

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

پاک پوتر پاکستان......کیونکر؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

14 اگست ایک مرتبہ پھر آیا اور گزر گیا۔ پوری رات مادر پدر آزادی کے متوالوں نے دھماکا دار پٹاخے بجا کر در و دیوار دہلائے۔ ہوائی فائرنگ کی تڑتڑاہٹ سے فضا گونجتی رہی۔ سائلنسر کے پھٹے ڈھول سڑکوں پر دوڑتے موٹر سائیکلوں کے جلو میں شتر بے مہار آزادی کے راگ الاپتے رہے۔ (ان دھماکوں میں بھارت نے یوم آزادی مبارک کے مودی رموزی، دھماکے شامل کر دیے۔ لائن آف کنٹرول پر ایک پاکستانی عورت شہید، باقی اہل خانہ شدید زخمی کر دیئے۔) ملی نغموں کے نام پر موسیقی کی رنگ ترنگ لٹے پٹے قافلہ در قافلہ پاکستان آنے والے آباء واجداد کو خراجِ تحسین پیش کرتی رہی۔ ہنگامہ گستری میں شب گزار کر اللہ کا نام لینے کا وقت آیا تو مرغوں کی گھٹی گھٹی بانگوں کے سوا ہو کا عالم طاری تھا، کیونکہ دو قومی نظریے اور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کو 2001ء میں امریکہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے بعد سے سیکولرازم کا اہتمام ہے۔ سو مسجدوں کے منارے سرگوشیوں میں اذان دیتے ہیں۔ جو خوش نصیب گھر 4 میں سے ایک نحیف و نزار لاؤڈ سپیکر (جسے بولنے کی محدود اجازت ہے) کے قرب میں ہے وہ تکبیر سن سکتا ہے۔ باقی یوم آزادی کے پٹاخوں، باجوں، پھٹے ڈھولوں پر بغلیں بجائیں! بیچارے اقبالؒ کی پکار اس نقار خانے میں کون سنتا ہے!

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات!
وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدامست
یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات!

تکبیر اب صرف بکرے چھترے ہضم کرنے پر پڑھی جائے گی، اسے ہی غنیمت جانو! وہ بھی اگر گدھے (جس کا ٹنوں گوشت بکنے کی خبریں گرم رہیں) پر نہ پڑھی جائے تو خوش نصیبی ہے! روئے زمین سے تکبیر بلند کرنے والوں کا صفایا کرنے کی جنگیں لڑتے ہی تو دنیا ادھ موئی ہو گئی! (ہم نے بھی اس سلسلے میں 13 ارب ڈالر کمائے!) اب پاکستان میں مذہب ملا و جمادات و نباتات ہی کا سکہ چلے گا۔ (یاد رہے کہ یہ تذکرہ نہ علمائے حق والے ملاؤں کا ہے نہ ملا عمر کا!) علمائے حق کو اپنا وجود ثابت کر دکھانا ہوگا۔ پاکستان عام سا مسلم ملک نہیں ہے۔ یہاں برصغیر کے علماء کی ایک تاریخ رہی ہے جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی سے آج تک بیش بہا قربانیاں دے کر نخلِ اسلام کی آبیاری اپنے پاکیزہ خون سے کی ہے۔ عالمی دجالی فتنے کا حصہ مدارس، مساجد، علماء پر کریک ڈاؤن ہے۔ مصر میں السیسی نے ایک ہفتے میں 91 دینی مدارس پر تالے چڑھوائے ہیں۔ وہی سب قدم بہ قدم پاکستان میں ہو رہا ہے۔ تخویف و تحریص دونوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ قیادت پر ایسے لوگ سامنے لایئے جو نہ دبنے والے ہوں نہ بکنے والے ورنہ خدانخواستہ یہ بازی ہر جائے گی۔ تیونس دیکھ لیجیے۔ سیکولر حکومت اور فوج مل کر اسلام پسندوں کے خلاف کمر بستہ ہے۔ علمائے کرام نے ن لیگ کو وارننگ دی ہے۔ دینی طلباء کو ہراساں کرنے پر اللہ سے ڈریں۔ ن لیگ بے چاری تو صرف فرنٹ مین ہے۔ ملک پر عرصے سے اَن دیکھے ہاتھوں کی حکمرانی ہے، جو ملک کو ہر آنے والے دن کے ساتھ امریکی ایجنڈے کے مطابق اس کی تعمیل میں سیکولرازم کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ دینی تشخص ختم کرنے کے درپے ہیں۔ ان کی محنتوں کا حاصل پاکستان اب بالکل سافٹ امیج پاکستان بن چکا۔ ناچتا، گاتا، تھرکتا، منہ رنگتا۔ پاکستان سے محبت کی معراج چہرے کو جھنڈا بنا ڈالنا ہے! ہم آزادی، ہمہ نوع اقدار سے آزادی کی جس چوٹی پر جا بیٹھے ہیں وہ قصور میں دیکھ لیجیے۔ وہ خبریں جن پر چلنے سے مہذب قلم ہچکیاں سسکیاں لینے لگتا ہے۔ یہ آزادی ہمیں متحدہ ہندوستان میں کہاں حاصل تھی کہ سات سال سیاست دانوں اور پولیس کے سائے تلے سارے قصور ہوتے رہیں۔ لیکن یہاں ایک بھی پولیس مقابلہ نہ ہو۔ حراستی مرکز ان قصورواروں پر وا نہ ہو۔ معصوموں کی زندگیاں دہشت و عفونت سے بھر جائیں لیکن کسی دہشت گردی کی عدالت کے ماتھے پر بل نہ آئے۔ ساتھ ہی ایک خبر، گلگت سے 30 خواتین کے ساتھ زیادتی کی ویڈیوز بنانے والا گروہ بھی سامنے آگیا ہے۔ چوری اور سینہ زوری۔ ظلم کی ایسی زور آوری۔ الامان والحفیظ! غربت و افلاس کے مارے ملک میں یوم آزادی امریکی رنگ ڈھنگ پر منایا جاتا ہے۔ دریائے ہڈسن پر آتش بازی کی نقل میں ہم بھوکے ننگوں خالی پیٹ عوام کو نوٹوں کو آگ لگانے کا تماشا دکھا کر بہلاتے ہیں۔ (آتش بازی اور نوٹ کو آگ لگانے میں فرق صرف دھماکوں اور رنگ ترنگ کا ہے!) لوڈشیڈنگ کی ماری گرمی کی تپش سے مرتی قوم کو بلڈنگوں پر تین راتیں چراغاں کر کے (بے مصرف) بجلی پھونک کر جھوٹی خوشیوں میں راضی کرتے ہیں۔ سیرت و کردار کی ساری روشنیاں گل ہو جائیں تو قحط الرجال ایسے ہی مناظر دکھاتا ہے۔ بڑھک باز سیاستدانی اور دھمک دار ڈنڈا بندوق کے مابین قوم دم سادھے سارے تماشے دیکھتی ہے۔ کہیں ایک کمرے میں کیڑے مکوڑوں کی طرح بستے 10، 10 انسان اور کہیں دس دس بیڈ روموں میں بستے ایک ایک دو دو امراء......!

بانیٔ پاکستان اور اقبالؒ کا پاکستان تو دو قومی نظریے سے منہ موڑتے ہی ہم کھو بیٹھے تھے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن پر جو کہانی (غلامی کی) ختم ہوئی تھی وہ پرویز مشرف کے وائسرائے بننے کے ساتھ دوبارہ شروع ہوگئی۔ پاکستان قارونوں کا ملک بن گیا۔ ایک طرف مال و دولت کے انبار دوسری طرف روٹی کو ترستے خط غربت سے نیچے سسکتے 50 فیصد عوام! قارون بنی اسرائیل میں سے تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم کا مسلمان۔ دھن دولت، اقتدار کے ایوانوں کو دل دے بیٹھا۔ فرعون کا ساتھی۔ اس کے دربار میں مسلمانوں کی مخبری کر کے انعامات اور خزانوں کے مزے لوٹتا۔ فرعون کی حمایت اور بنی اسرائیل کی ہلاکت میں جو کردار اس نے ادا کیا وہ اسی لیے قرآن نے مسلمانوں کی تعلیم کا حصہ بنایا کہ دنیا کو دل نہ دے بیٹھیں۔ دنیا کے بے مثل ٹھاٹ باٹ سمیت اس کے دھنسا دیئے جانے کی عبرتناک کہانی اس آفاقی تعلیم کا حصہ بنائی گئی جو سیرت سازی کے لیے لازم ہے! دنیا پرستی، قومی شناخت اور مقاصد سے

غداری پر سورۃ القصص کی آیات میں درس نصیحت ہے۔ فھل من مدکر ......اب ہے کوئی جو نصیحت پکڑے؟ یہاں پیسہ بنانے کے اندھے لالچ نے پوری قوم کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ، قصور گلگت جیسے واقعات کی گھناؤنی ویڈیوز بیچنے اور خریدنے والوں کا سیاہ دھندا۔ قوم کی نجات سے بڑھ کر باہمی کشاکش میں مبتلا جماعتیں بھی ہوس زر کی اسیر ہیں۔ افغانستان میں بھتہ خوری، لوٹ مار، ناکہ بندیوں، جماعتی کشمکشوں میں گرفتار قوم کو عمر الثالثؒ نے آ کر نجات دی تھی۔ کیا ہم عمر الرابع کا انتظار کریں؟ جہاں سے راستہ بھولے تھے وہیں لوٹ جانے میں عافیت ہے۔ اسلام (سیکولرسٹوں کے جھوٹے واویلے کے علی الرغم) اس ملک کی وجہِ وجود ہے۔ اس پر قابض جتھے اسی سے خوفزدہ ہیں۔ صرف ایک واقعہ تاریخ کا دیکھ لیجیے۔ انصاف اور عوام کے حقوق کی جھلک جھلملاتی جگمگاتی سامنے آ جائے گی۔ جبلہ بن ایہم شاہ غسان نے اسلام قبول کرنے کے بعد دوران حج طواف کیا۔ ایک بدوی نوجوان کا پاؤں جبلہ کے تہ بند پر جا پڑا۔ شاہ غسان نے آگ بگولہ ہو کر اس کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔ نوجوان کی آنکھ جاتی رہی۔ مقدمہ سیدنا عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ جبلہ طلب کیا گیا۔ فیصلہ صادر ہوا۔ نوجوان سے معافی مانگو، اسے کچھ دے کر راضی کرو ورنہ آنکھ کے بدلے آنکھ دو! جبلہ دم بخود! کیا میں پیوند زدہ چادر میں ملبوس اس مفلس سے معافی مانگوں؟ تو پھر آنکھ کے بدلے آنکھ دینے پر تیار ہو جاؤ! اسلام کی نگاہ میں ادنیٰ و اعلیٰ سب برابر ہیں! جبلہ آگ بگولہ ہو گیا۔ آپ کا اسلام اگر بڑے لوگوں اور حاکموں کو خاص حقوق نہیں دیتا تو ایسے اسلام کو میرا اسلام۔ میں تو پھر عیسائی ہو جاؤں گا۔ سیدنا عمرؓ نے مرتد کی سزا بتاتے ہوئے فرمایا کہ تیری گردن اڑا دی جائے گی! اسلامی عدالت سے اس نے ایک دن سوچنے کی مہلت مانگی اور راتوں رات فرار ہو گیا! ہرقل دوم کے پاس جا پناہ لی......! یہی وہ انصاف تھا جس نے افغانستان کو امن و عافیت کا (ملا عمرؒ کے ہاتھوں) گہوارہ بنا دیا تھا! (اس سے بچ کر ہرقلوں کے پاس پناہ لینے والے اب افغانستان میں کٹھ پتلی حکمران ہیں)۔ یہ وہ شریعت ہے جو اہل ایمان کے عوام کو راحت کی جنت پہلے دنیا میں دیتی ہے۔ بعد ازاں اس کی پابندی کرنے والوں سے آخرت کی جنت کا بھی وعدہ ہے! دائماً ابداً سلامتی کا گھر! پاکستان کی پاکیزگی کی ضمانت صرف شریعت میں ہے۔ رہی آج ہماری آزادی تو...... یہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری!

ناز تھا جن کو تیز روی پر، منزل تک وہ آئے کم

حضرت کیفیؒ کا مقصدیت سے معمور، کیف آور کلام

راہِ وفا میں ہر سو کانٹے، دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس پر چلنے والے خوش ہی رہے پچھتائے کم
عمر گلوں کی دو دن جس میں، یہ بھی قیامت بیت گئی
دستِ ہوس نے نوچے لاکھوں، شاخوں پر مرجھائے کم
آہ یہ ظالم تلخ حقیقت، جتنے سفینے غرق ہوئے
اکثر اپنی موج میں ڈوبے، طوفاں سے ٹکرائے کم
راہ روی کا سب کو دعویٰ، سب کو غرورِ عشق و وفا
راہِ وفا پر چلنے والے، ہم نے لیکن پائے کم
دھیمی دھیمی چال سے ہم کو راہ گزر طے کرنی ہے
ناز تھا جن کو تیز روی پر، منزل تک وہ آئے کم
مجھ سے شکایت دنیا بھر کو، شدتِ غم میں رونے کی
لیکن مجھ کو اِس کا رونا، آنکھ میں آنسو آئے کم
صرف یہی ہے ایک طریقہ دنیا میں خوش رہنے کا
دستِ تمنا کھینچے زیادہ، دامنِ دل پھیلائے کم
صبر و سکوں کی دنیا لُوٹے، حسن دکھا کر جلووں کو
عشق مگر خود شب بھر تڑپے، اوروں کو تڑپائے کم
عشق ادب کا نام ہے کیفیؔ ، یہ بھی ادب میں شامل ہے
جس کی محبت دل میں بسی ہو، اس کی گلی میں جائے کم

غصہ کو قابو میں رکھنا

مولانا محمد ہارون

غصہ سے متعلق حضور ﷺ کی احادیث

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی مختصر سا عمل بتلا دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: ”غصہ نہ کیا کرو۔“ اس نے دوبارہ یہی درخواست کی۔ آپؐ نے پھر یہی جواب دیا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ ؓ ہی یہ حدیث بھی روایت فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہ شخص طاقتور و بہادر نہیں ہے جو دشمن کو بچھاڑ دے بلکہ طاقتور اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کے غصے سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرے۔ (طبرانی)

رسول اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ”جس شخص نے غصہ ضبط کرلیا باوجود یہ کہ وہ غصہ نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ایمان اور سکون سے بھر دے گا۔“ (جامع صغیر، ج2)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسا کہ ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) ایلوا ایک نہایت کڑوی دوا کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو اگر کوئی دور بھی کوٹ رہا ہو تو بھی حلق کڑوا ہو جاتا ہے۔ ایک من شہد میں اگر ذرا سا بھی ڈال دیا جائے تو سارا شہد کڑوا ہو جائے۔ بالکل اسی طرح غصہ ایمان کی مٹھاس اور حلاوت کو کڑوا کر دیتا ہے۔ یعنی غصہ (جو حد سے متجاوز ہو) کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ، تلاوت اور عبادت کا مزہ نہیں آئے گا کیونکہ غصہ نے اس کے ایمان کے کمال اور نور کو خراب کر دیا ہے۔ رسول اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ”جس شخص نے غصہ کو ضبط کر لیا درآنحالیکہ وہ اس کے نافذ کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے اپنی پسند سے انتخاب کر لے۔“ (ابوداؤد، ج2)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے غصے کو روکے گا اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روکے گا اور اپنے رب کے سامنے جو عذر کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرمائیں گے اور جو اپنی زبان کو لگام دے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپائیں گے۔“ (بحوالہ احیاء العلوم، ج3) حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غصے کے اس گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ محبوب نہیں جسے کسی بندے نے پیا ہو اور جب کوئی بندہ غصہ پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا دل ایمان سے بھر دیتے ہیں۔ (ابوداؤد، ج2)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ جنت میں اس کے لیے اونچے اونچے محل بنائیں جائیں اور اس کے درجات بھی بلند ہو جائیں اس کو چاہیے کہ جو شخص اس پر ظلم کرے اس کو معاف کردے اور جو اس کو محروم رکھے اس کو عطا کرے اور جو اس کے ساتھ قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (روح المعانی ج4)

غصہ کو کنٹرول میں رکھنے کی تدابیر

جب بھی غصہ آئے فوراً دھیان میں لائیے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اسی طرح غصہ کرنے لگے تو یقیناً میں چاہوں گا کہ مجھے معاف کر دیا جائے تو بالکل اسی طرح مجھے بھی چاہیے کہ اس شخص کو معاف کر دوں، اور سوچیے کہ یہ شخص میرا اتنا خطاوار تو نہیں ہو گا جتنا میں اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہوں۔ پھر جب میں معافی کا آرزومند ہوں تو اس کو کیوں نہ معاف کروں۔ فوراً یہاں سے جدا ہو جائیے جب تک غصہ بالکل فرو (زائل) نہ ہو جائے۔ ان شاء اللہ اس تدبیر سے آپ غصہ کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

کوئی وقت متعین کر کے اپنے عیوب کا دھیان کیجیے اور سوچا کیجیے کہ میں سب سے بدتر ہوں، اس سے کبر کی جڑ کٹ جائے گی کیونکہ غصے کا منشا (سبب) کبر ہی ہے۔ کبر کے معنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا ہے۔ یاد رکھیے! غصہ ایک جذبہ ہے اور ہر جذبہ گرمی کا پہلو لیے ہوتا ہے لہٰذا اس جذبے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں۔ غصے کے وقت رگیں تن جاتی ہیں اور مٹھیاں خود بخود بھینچ جاتی ہیں، اس کی آواز گنگ ہو جاتی ہے، تمام جسم میں تناؤ سا آ جاتا ہے۔ چنانچہ ایسی حالت میں اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بند ہونے نہ دیں، انگلیوں کو سیدھا رکھیں۔ اپنی آواز کو اونچا نہ ہونے دیں، آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی کوشش کریں، اگر ممکن ہو تو کسی کرسی پر بیٹھ جائیں اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ ایسی صورت میں غصہ آپ پر اپنا جادو نہ کر سکے گا۔ ہر وہ بات جو آپ کو غصہ دلاتی ہے اس پر عبادت کے ذریعے قابو پانے کی کوشش کریں۔ ایک ایک کر کے ان باتوں پر قابو پاتے چلے جائیں گے۔ اس طرح خود بخود آپ کے غصے کا عنصر کم ہوتا چلا جائے گا اور اس حد تک پہنچ جائے گا جہاں آپ اسے بخوبی قابو کر سکیں۔

اگر آپ اس بات کا التزام کر لیں تو زیادہ سودمند ہو گا کہ آپ کو جس پر غصہ آ رہا ہے اسے کچھ ہدیہ دے دیں چاہے وہ قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو۔ اپنے آپ سے اونچی آواز میں کہیں کہ یونہی احمق بننے کی کوشش مت کرو، اس سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ غصہ غم کی وجہ سے بھی زیادہ آتا ہے۔ اس لیے اپنے دکھ اور غم کے خیالات کو ذہن سے نکال کر ہوا میں منتشر کر دیں۔ کسی ایسے شخص سے اپنے دل کا سارا حال کہہ دیں جس پر آپ کو بڑا اعتماد ہو، اس سے آپ کا دل ہلکا ہو جائے گا۔ غصے کا ایک مجرب علاج یہ بھی ہے کہ جس پر آپ کو غصہ آیا ہے اس کو اپنے پاس سے جدا کر دیں یا اس کے پاس سے خود جدا ہو جائیں اور فوراً کسی شغل میں لگ جائیں۔ غصہ ایک ایسا جذبہ ہے جس میں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے غصیلے جذبات اور رنجشیں شامل ہوتی ہیں۔ ان چھوٹی رنجشوں کا اجتماعی اثر ہماری شخصیت کے لیے بڑا مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے ہر اس چیز یا بات کی فہرست بنا لیں جسے دیکھ کر یا سن کر آپ چڑ جاتے ہیں۔ کوئی چیز خواہ آپ کے لیے کتنی ہی گھٹیا اور باعث شرم کیوں نہ ہو، اسے فہرست میں ضرور چڑھا لیں۔ اس فہرست کو بنانے کا فائدہ یہ ہو گا کہ (باقی صفحہ 16 پر)

اسلام اور پاکستان......

12 اگست 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانِ گرامی: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

میزبان: ایوب بیگ مرزا

ایوب بیگ مرزا: بانیانِ پاکستان نے پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنایا تھا یا وہ اسے ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے؟ ہمارے ہاں ایک بڑے پُر اثر طبقے کی رائے یہ ہے کہ پاکستان صرف ہندو کے معاشی استحصال سے بچنے کے لیے بنایا گیا تھا جبکہ ایک دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ پاکستان کا تو مطلب ہی لا الٰہ الا اللہ بتایا گیا تھا۔ ان دونوں میں کون سی بات حقیقت کے زیادہ قریب ہے؟

حافظ عاکف سعید: اصل میں حقائق تو اپنی جگہ پر ہیں لیکن اگر ہم ان کو جھٹلانا شروع کر دیں تو یہ ہماری ڈھٹائی کا معاملہ ہے۔ بانیانِ پاکستان کے حوالے سے سب سے پہلے علامہ اقبال کا ذکر ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں میں جوش اور نیا ولولہ پیدا کیا۔ اُس وقت مسلمانوں پر بڑا ڈپریشن تھا۔ انگریز نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی تو اس کے ظلم وستم کا نشانہ بھی زیادہ تر مسلمان ہی بنے۔ انگریزوں کی پالیسی مسلمانوں کے حوالے سے زیادہ سخت تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ مسلمان کہیں دوبارہ نہ جاگ جائیں۔ انگریز نے divide and rule پالیسی کے تحت ہندو کے اندر بھی یہ جذبہ پیدا کیا کہ مسلمان کئی صدیوں تک تمہارا استحصال کرتا رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہندو بھی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ لہٰذا مسلمان دو طرف سے ظلم کی چکی میں پس رہا تھا۔ بظاہر نشاۃ ثانیہ کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس وقت علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کے اندر ایک عزم، ہمت اور جذبہ پیدا کیا۔ جیسے:

کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا!

اسی طرح:

سبق پھر پڑھ صداقت کا' عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

"جواب شکوہ" میں فرماتے ہیں کہ ؏ میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری! اس سارے کلام کی بنیاد خالصتاً مذہب تھی' اور مذہب کا بھی انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی پہلو!

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

مسلمانوں کو اُمید افزا پیغام دیتے ہوئے کہتے ہیں:

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی!
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے' لب پہ آ سکتا نہیں

مرتب: محمد خلیق

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!

اور پھر یہ ہوگا کہ:

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

چنانچہ اس دور میں سیکولرازم کی جڑوں پر سب سے کاری ضرب اقبال ہی نے لگائی اور دین کے اس تصور کو واضح کیا کہ یہ صرف ذاتی عقیدے اور مراسمِ عبودیت کا نام نہیں بلکہ انسان کی کل زندگی پر محیط ہے۔ مزید یہ کہ اسلام دین تب کہلاتا ہے جب اللہ کا نظام قائم ہو۔ پورا ریاستی نظام اور قوانین اللہ کے تابع آ جائیں۔ اس تصور کو علامہ اقبال نے ازسرِنو تازہ کیا۔ لہٰذا اقبال کے بارے میں تو کوئی دو آراء ہو ہی نہیں سکتیں۔

علامہ اقبال کے بعد پاکستان کے قیام میں قائداعظم کا بہت بڑا رول ہے۔ میدان ہموار کیا علامہ اقبال نے' عملی طور پر اس کو بروئے کار لائے ہیں قائداعظم۔ انگریز سے نمٹنے اور آزادی کی خاطر قانونی جنگ لڑنے کے لیے علامہ کی نظرِ انتخاب بھی قائداعظم ہی پر پڑی تھی۔ علامہ اقبال ہی ان کو یہ کہہ کر لندن سے واپس لائے تھے کہ آپ ہی اس وقت اس قوم کے لیے ایک بہترین گائیڈ کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ قائداعظم کو اللہ نے واقعی غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ کردار کی عظمت تھی۔ قول کے پکے اور انگریز سے مرعوب نہ ہونے والے۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے۔ قائداعظم بھی علامہ اقبال کو اپنا فکری رہنما مانتے تھے۔ ان پر بھی دین کا یہ پہلو واضح ہو چکا تھا کہ دین صرف نماز' روزے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ کے نظام کے غلبے کو دین کہتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: نماز' روزے سے تو حاکم انگریز نے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی تھی؟

حافظ عاکف سعید: اسی لیے وہ پھبتی بھی کسی تھی علامہ اقبال نے کہ:

ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

اسلام تو مغلوب تھا۔ عدالتوں میں سارے فیصلے ملکہ وکٹوریہ کے قانون کے مطابق ہو رہے تھے۔ پورا نظام تو ان کا چل رہا تھا۔ چنانچہ قائداعظم کے بھی ایک سو سے زائد بیانات ایسے ہیں جن میں بڑے واضح اشارات ملتے ہیں کہ ان کا تصورِ اسلام بھی صرف نماز' روزے تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ دین کے ایک ایسے جامع تصور پر یقین رکھتے تھے جس میں سیاست' معاشرت' معیشت سب کو کور کیا جائے۔

ایوب بیگ مرزا: اسی لیے جب ان سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا' تو انہوں نے کہا کہ ہمارا آئین تو 1300 سال پہلے سے قرآن حکیم کی شکل میں موجود ہے۔

حافظ عاکف سعید: اس میں کوئی شک نہیں! قائداعظم پاکستان کا مستقبل کیا دیکھتے تھے اور ان کی سوچ کیا تھی' اس حوالے سے انہوں نے 27 فروری 1948ء کو امریکی عوام کے نام اپنے ایک نشریاتی خطاب میں فرمایا:

> قیامِ پاکستان کے لیے علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے میدان ہموار کیا جبکہ ان کی فکر کو عملی طور پر قائداعظم بروئے کار لائے۔

"پاکستان 14 اگست 1947ء کو عظیم اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرضِ وجود میں آیا۔ یہ دنیا کی پانچویں بڑی مملکت ہے۔ پاکستان کا آئین' آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ مجھے ابھی اس کی حتمی شکل کے بارے میں علم نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ آئین جمہوری اور اسلام کے مسلمہ قوانین پر مبنی ہوگا۔ یہ اصول و قوانین آج بھی اتنے ہی قابل عمل ہیں جتنے 1300 سال قبل تھے۔ اسلام اور اس کے اصول ہمیں نہ صرف جمہوریت کا درس دیتے ہیں بلکہ انسانی مساوات' انصاف اور سب کے ساتھ حسن سلوک بھی سکھاتے ہیں۔"

مالیات کے حوالے سے قرآنی تعلیمات بھی ان کے سامنے تھیں۔ چنانچہ اپنے ایک بیان میں جو 7 نومبر 1944ء کو "ڈان" میں شائع ہوا' فرمار ہے ہیں:

> **قائداعظم نے اپنی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو سیکولرازم سے منسوب کرنے کے فعل کو شرانگیزی قرار دیا تھا۔**

"ہمارا ہدف امیر کو امیر تر بنانا اور دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز کرنا نہیں ہے (اور یہ قرآن کی اقتصادی تعلیمات کا خلاصہ ہے' بحوالہ سورۃ الحشر:59)۔ ہمیں عوام کا عمومی معیارِ زندگی بلند کرنا ہوگا۔ ہمارا آئیڈیل سرمایہ داری کے بجائے اسلامی معیشت ہوگا اور عوام کی فلاح و بہبود اور ان کے مفادات مسلسل ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔"

ایوب بیگ مرزا: اگر صرف معاش کی بنیاد پر مسلمانانِ برصغیر یہ تقسیم چاہتے تو پھر وہ علاقے جن کا پاکستان میں شامل ہونے کا سرے سے کوئی سوال ہی نہیں تھا' وہاں کے مسلمانوں کو یہ جدوجہد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

حافظ عاکف سعید: آپ کا یہ نکتہ بڑا اچھا ہے۔ علامہ اقبال نے 1930ء میں پہلی مرتبہ تصورِ پاکستان پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک اسلامی ریاست وجود میں آ کر رہے گی۔ یہ ان کا سب سے پہلا تصور تھا۔ اس کے بعد دو خطوں کی بات بھی آ گئی تھی۔ لیکن پاکستان کے حوالے سے جو مطالبہ مسلمانوں کا تھا' وہ پورے برصغیر کے بجائے اس کے ایک محدود حصے میں اسلامی حکومت قائم کرنے کے حوالے سے تھا۔

ایوب بیگ مرزا: اس وقت جناب اوریا مقبول جان لائن پر موجود ہیں۔ ان سے ہم کہیں گے کہ وہ ہمیں قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کی حقیقت کے بارے میں بتائیں۔

اوریا مقبول جان: 11 اگست کی تقریر کے حوالے سے دو تین کہانیاں بڑی عجیب و غریب بتائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پاکستان کی بیوروکریسی نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی اور "ڈان" کے ایڈیٹر وہاں سے چلے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ کراچی سے ڈان کا پہلا شمارہ 17 اگست کو نکلا ہے۔ یعنی "ڈان" تھا ہی نہیں جس کے لیے سٹوری بنائی گئی! اس وقت "ڈان" کا دہلی آفس جل چکا تھا۔ دوسری سٹوری یہ ہے کہ یہ بات لوگوں نے اسی وقت سے کرنی شروع کر دی تھی کہ قائداعظم نے سیکولرازم کی بات کی ہے۔ قائداعظم نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے خود اس تقریر کو explain کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ ایسے لوگوں کی ذہنیت نہیں سمجھ پا رہے جو اس طرح کی شرانگیزی کر رہے ہیں اور ایسا پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان کا آئین شریعت اسلامی پر مبنی نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی اصول زندگی جیسے 1300 سال قبل قابل عمل تھے' آج بھی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قائداعظم نے اپنی آخری تقریر میں جو سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر کی گئی' کہا کہ میں خود دیکھوں گا کہ اس کا ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کس طرح بینک کو اسلامی اصولوں پر استوار کرتا ہے۔ اس میں انہوں نے اسلامک اکنامک سسٹم کی بات کی تھی۔

حافظ عاکف سعید: 11 اکتوبر 1947ء کو کراچی میں ایک خطاب کے دوران قائداعظم نے فرمایا:

"دس سالوں پر محیط انتھک محنت اور سعی و جدوجہد کا ثمر پاکستان کی شکل میں موجود ہے جو بحمد اللہ آج حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ ایک مملکت کا حصول صرف اس مقصد کے لیے تھا کہ ہم اس میں آزاد شہری کی حیثیت سے زندگی گزاریں اور جس کو ہم اپنی تعلیمات' کلچر اور اصولوں کی روشنی میں استوار کر سکیں' اور جس میں اسلام کے سماجی انصاف کے اصول پورے طور پر روبعمل آ سکیں۔"

سماجی انصاف ہی اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ دین حق تینوں اجتماعی سطحوں (سماجی' معاشی اور سیاسی) پر انسانوں کو انصاف فراہم کرتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اگر پاکستان کو بھی ایک ایسی ریاست بنانا مقصود تھا جس میں مذہب کو کوئی دخل نہ ہوتا تو ہندوستان سے اس کو الگ کرنے کی ضرورت کیا تھی! اگر آپ قائداعظم کی تقاریر کا جائزہ لیں تو انہوں نے اسلام کا ذکر تو کئی مرتبہ کیا ہے لیکن شریعت کا لفظ پہلی دفعہ پاکستان بننے کے بعد 25 جنوری 1948ء کی تقریر میں استعمال کیا ہے' اور یہ بہت اہم بات ہے۔

حافظ عاکف سعید: قائداعظم کا اپنا عمل بھی اس چیز کو واضح کرتا ہے۔ علامہ اسد جو اُس وقت عالم اسلام کے ایک بہت بڑے سکالر تھے' پاکستان آ گئے تھے یہ دیکھ کر کہ ایک ملک اسلام کے نام پر بنا ہے۔ بڑی صاحبِ فہم شخصیت تھے۔ قائداعظم نے ان کو کچھ ذمہ داریاں اسائن کی تھیں۔ ایک "ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن" قائم کیا گیا۔ اس کے چار شعبے بنائے گئے تاکہ علامہ اسد کی راہنمائی میں نظام کو اسلامائز کیا جا سکے۔ i) اسلامی ریاست کا ڈھانچہ کیا ہوگا؟ ii) اسلام کا معاشی نظام کیسا ہوگا؟ iii) عدالتی نظام کو کیسے اسلامائز کیا جائے گا؟ iv) اسلام کا تعلیمی نظام کن بنیادوں پر استوار ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: قائداعظم کے ذہنی رجحان کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اگرچہ جماعت اسلامی نے اپنی سوچ کے مطابق قیامِ پاکستان کی کسی حد تک مخالفت کی

> **قائداعظم کے ایسے بیانات کی تعداد 100 سے زائد ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا تصورِ اسلام محض مراسم عبودیت تک محدود نہ تھا بلکہ وہ دین کے جامع تصور پر یقین رکھتے تھے۔**

تھی لیکن جونہی پاکستان قائم ہوا' قائداعظم نے مولانا مودودیؒ کو دعوت دی کہ وہ ریڈیو پاکستان پر آ کر اس موضوع پر تقریر کریں کہ ایک اسلامی حکومت کیسے قائم ہوگی۔

حافظ عاکف سعید: اس سے قائداعظم کی اعلیٰ ظرفی ثابت ہوتی ہے' اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلم قوم کے سامنے واقعی اسلام کے جامع تصور کو اُجاگر کرنا چاہتے تھے۔ ان حقائق کی روشنی میں بھی جو لوگ یہ کہیں کہ قائداعظم کا تصورِ پاکستان ایک سیکولر ریاست کا تھا' تو اِسے عریاں ڈھٹائی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے!

ایوب بیگ مرزا: پاکستان میں اسلام بحیثیت نظام رائج نہیں ہو سکا تو اس میں کون بڑی رکاوٹ رہا ہے: اسٹیبلشمنٹ، علماء، سول بیوروکریسی، جاگیردار یا پھر خود عوام؟

حافظ عاکف سعید: ایک بڑا مشہور شعر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے منسوب کیا جاتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ دین کے اندر فساد مچانے اور بگاڑ پیدا کرنے کے تین طبقات ہوتے ہیں: حکمران طبقہ، علماء کا طبقہ اور صوفیاء کا

> پاکستان میں اسلام بحیثیت نظام نافذ نہ کرنے کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر حکمران طبقے پر عائد ہوتی ہے۔

طبقہ۔ قائداعظم نے پاکستان کو حقیقی معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی کوشش کی اور وہ اس اعتبار سے سرخرو ہیں۔ بدقسمتی کہ زندگی نے انہیں مہلت نہیں دی اور آگے آنے والوں نے اس کام کو اس طریقے سے نہیں چلایا۔ عملاً بیوروکریسی بہت بڑی رکاوٹ بنی، جو انگریز کی تربیت یافتہ تھی۔ بعد میں آنے والے ہمارے اکثر و بیشتر حکمرانوں کے درمیان اقتدار کی رسہ کشی جاری رہی۔ لہٰذا سب سے بڑھ کر ذمہ دار حکمران طبقہ ہے کیونکہ اس کے لیے اس نظام کو قائم کرنا اور چلانا آسان ہے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری پوری نہ کریں تو پھر یہ علماء کا کام ہے کہ وہ اب قوم کو صحیح راہنمائی دیں۔ عوام کے اندر یہ جذبہ پیدا کیا جائے کہ یہاں نظام خلافت راشدہ ہونا چاہیے۔ مسلمان اگر آبادی کا 95 فیصد ہونے کے باوجود اللہ کے قانون کو یہاں نافذ نہیں کریں گے تو اللہ کی نگاہ میں بہت بڑے مجرم ہوں گے۔ آج بھی ہمارے زیادہ تر قوانین برٹش ایکٹ 1935ء کے مطابق چل رہے ہیں۔ علماء نے ایک اچھا کام کیا کہ مدارس قائم کر کے علم دین کے تسلسل کو برقرار رکھا۔ یہ بھی کرنے کا کام تھا، لیکن اتنا ہی ضروری کام یہ بھی تھا کہ مسلمانوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ اب اس ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہونا چاہیے۔ علماء اگر میدان میں آئے بھی ہیں تو الیکشن پالیٹکس میں آ گئے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں جمہوری نظام کے جس طریقے سے بخیے ادھیڑے ہیں اور اس نظام کی خباثت کو اجاگر کیا ہے، وہ اب ہمیں سمجھ میں آ رہا ہے جب ہم نے دیکھا کہ مذہبی طبقات جب الیکشن پراسس میں جاتے ہیں تو ان کا معاملہ کیا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ہمارے آئین میں یہ طے ہو گیا تھا کہ ریاست کے اندر حکمرانی اللہ کی ہے اور قانون سازی خلاف قرآن وسنت نہیں ہو سکے گی لیکن یہاں سب کچھ اس کے خلاف ہو رہا ہے اور ہم آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ہمارا دینی فریضہ بھی تھا اور آئینی حق بھی ہے کہ اس کے لیے ہم حکمرانوں سے مطالبہ کریں۔

ایوب بیگ مرزا: عوام کو مذہبی معلومات کی فراہمی میں علماء اور مدارس کا یقیناً ایک مثبت کردار ہے۔ اس حوالے سے یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب کبھی کسی حکومت کی طرف سے کوئی ایسے اقدامات کیے گئے کہ علماء کو خطرہ محسوس ہوا تو جس طرح وہ سڑکوں پہ آئے ہیں اور حکومت کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، اس سے حکومتوں کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مدارس پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اگر اسی انداز میں علماء شریعت کے نفاذ کے لیے میدان میں نکلتے، تو کیا حکومت کے لیے ممکن تھا کہ راستہ روک سکتی؟ مثلاً کیا جب قادیانیوں کے بارے میں تحریک چلائی گئی تو حکومت مقابلہ کر سکی؟ اسی طرح 295-C کے بارے میں امریکہ چاہتا تھا کہ اس قانون کو ختم کر دیا جائے، لیکن ہمارے حکمرانوں نے جب یہ دیکھا کہ عوام کے تیور خراب ہیں تو وہ اس سے باز رہے۔ عوام کے تیور کس نے بگاڑے تھے؟ حقیقت یہ تھی کہ علماء میدان میں آ گئے تھے۔

حافظ عاکف سعید: یہ علماء کا مثبت کردار تھا۔ اسی کو آگے بڑھانا چاہیے تھا اور عوام کے اندر نفاذِ شریعت کے حوالے سے awareness پیدا کرنی چاہیے تھی۔ ان کی تو اپنی قوت بھی اتنی ہے کہ اگر کھڑے ہو جاتے تو پھر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑتے۔ ہمارا دستور تو کہہ رہا ہے کہ کوئی قانون خلافِ قرآن وسنت نہ ہو لیکن حقیقتاً یہاں کون سا قانون ہے جو قرآن وسنت کے مطابق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایک اندازے کے مطابق، پاکستان میں اس وقت 700 قوانین خلاف شریعت ہیں۔

حافظ عاکف سعید: یہ اسلامی نظریاتی کونسل نے پن پوائنٹ کیے ہوئے ہیں۔ اس نے متبادل قوانین کے حوالے سے ہوم ورک بھی کر رکھا ہے۔ لیکن ہر حکومت یہ سفارشات کباڑ خانے کی نذر کرتی رہی ہے۔ انہیں نہ اسمبلی میں ڈسکس کیا جاتا ہے، نہ عوام کے سامنے لایا جاتا ہے۔ ان پر عمل کرنے کی کوئی نیت کہیں نظر نہیں آتی۔ کوئی عوامی مطالبہ بھی سامنے نہیں آتا ہے کہ یہ قوانین نافذ کیوں نہیں کرتے۔

ایوب بیگ مرزا: پارلیمنٹ میں حقوق نسواں بل پاس ہوا تو مذہبی جماعتیں منہ دیکھتی رہ گئیں۔

حافظ عاکف سعید: اس میں کوئی شک نہیں کہ تحفظ حقوق نسواں کا بل مسلمانانِ پاکستان اور بالخصوص علماء کرام کے ماتھے پر بڑا کلنک کا ٹیکہ ہے۔

ایوب بیگ مرزا: آپ کی طرف سے بھی بات آئی ہے، اور میں نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زبان سے یہ بات سنی تھی کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ ہے۔ آپ اسے کس بنیاد پر معجزہ کہتے ہیں جبکہ مسلم لیگ نے اتنی محنت کی اور ایک پوری تحریک چلائی؟

حافظ عاکف سعید: جب عام مادی قوانین سے بالکل ہٹ کر کوئی معاملہ ہو جائے تو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قیام پاکستان کے پس منظر کو دیکھیں تو پاکستان کا بننا ناممکن تھا۔ اُس وقت انگریز حکمران تھا اور اس کی اصل دشمنی ہی مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ ماؤنٹ بیٹن قائداعظم سے شدید نفرت کرتا تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کے نمائندے تھے۔ سیاسی اعتبار سے دیکھیں تو مسلم لیگ کانگریس کا دسواں حصہ بھی نہیں تھی۔ کانگریس عوامی جماعت تھی جبکہ مسلم لیگ نوابوں کی جماعت تھی۔ جب ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ لگا تو پھر مسلم لیگ سیاسی جدوجہد سے بڑھ کر ایک تحریک بن گئی تھی۔ کانگریس کے پاس پختہ کار سیاست دان تھے۔ اس میں ہندوؤں کے علاوہ خود مسلمانوں کی بھی بڑی نمائندگی تھی۔ دوسری طرف یہ حال تھا کہ مسلم لیگ کو اگرچہ اسلام کی وجہ سے عوامی مقبولیت حاصل ہوئی لیکن جمعیت علماء ہند اس

> علماء کو صرف مدارس کے تحفظ کے لیے ہی میدان میں نہیں آنا چاہیے بلکہ نفاذِ شریعت کے لیے عملی جدوجہد پر بھی توجہ دینی چاہیے۔

کے ساتھ نہیں تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس کے صدر رہے۔ اسی طرح احرار اور خاکسار جن کا معاشرے کے اندر بڑا اثر و رسوخ تھا، یہ سب پاکستان مخالف تھے۔ دنیاوی اسباب دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ پاکستان بن ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ لوگوں کی دعائیں تھیں اور اللہ سے کیا گیا وعدہ تھا کہ ہم اس ملک کو ایک نمونے کی اسلامی ریاست بنائیں گے۔ چنانچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے غیبی طور پر ہمیں یہ ملک عطا کیا ہے۔ پاکستان اللہ کا عطیہ ہمارے لیے ایک تحفہ اور ایک معجزہ تھا!

> اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

جشنِ آزادی

رفیق چودھری
almissaq@gmail.com

14 اگست 2015ء کو 68واں یوم آزادی روایتی جوش وجذبہ سے منایا گیا۔ اپنی آزادی کی یاد منانا زندہ قوموں کا حق ہے، منانا چاہیے، مگر خود احتسابی کے ساتھ۔ یہ حساب رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہماری منزل کہاں ہے اور ہم جا کہاں رہے ہیں! آیا جن مقاصد کے حصول کے لیے یہ قطعۂ زمین حاصل کیا گیا تھا وہ پورے ہوئے کہ نہیں؟ کہیں ہم شہداء کے خون سے غداری تو نہیں کر رہے؟ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ”تم اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔“ (ترمذی)

اگر ہم اپنا محاسبہ کر سکیں تو بحیثیت قوم یہ ہمارے زندہ ہونے کی دلیل ہوگی ورنہ یہ ثابت ہوگا کہ ہم فکروعمل کے اعتبار سے مُردہ ہیں اور مردہ قوموں کو محاسبہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان سے حساب لیا جاتا ہے۔ لہٰذا محاسبہ ضروری ہے اور اس کے لیے ہمیں اپنی تاریخ کو مدنظر رکھنا ہوگا کہ جہاں سے ہم چلے تھے اور اپنی منزل کا تعین کیا تھا۔

بحیثیت مسلم ہمارے اوپر ایک عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کی بناء پر اُمت مسلمہ کو خیرالامت کہا گیا۔ جب تک مسلمانوں نے اس عظیم مقصد کو اپنا نصب العین بنائے رکھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں غلبہ وحکمرانی عطا کی۔ برصغیر جو کہ کفروشرک، بُت پرستی اور طاغوت کا گڑھ تھا یہاں محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے ضربِ توحید سے طاغوت کا طلسم توڑا اور مظلوم و استحصال زدہ انسانیت کو طاغوت کے نرغے سے نکال کر ایک اللہ کی راہ دکھائی۔ نتیجہ میں اسی خطہ میں جہاں آج بھارت کے دم سے مسلمانوں کا جینا حرام ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصہ تک بلاشرکت غیرے بالادستی وحکمرانی عطا کی۔ لیکن جب اپنے بنیادی نصب العین کو بھلا کر ہمارے حکمران محض کرسی و اقتدار کے نشہ میں اندھے ہوگئے اور اقتدار کی خاطر غیروں کو خوش کرنے کے لیے دین کا اصل چہرہ مسخ کرنا شروع کر دیا تو اللہ کا کوڑا جس طرح یہود پر برسا تھا، برصغیر کے مسلمانوں پر بھی برس کر رہا اور اگلے ایک سو سال تک ہنود ونصاریٰ کی ذلت آمیز غلامی کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید جیسے لوگوں کی غلبہ دین کے لیے جدوجہد اور قربانیوں کے طفیل اللہ نے دوبارہ موقع دیا اور پاکستان کی صورت میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت وجود میں آ گئی۔ شکرانِ نعمت کے طور پر اگر اس دھرتی پر رب کا نظام قائم کیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ برصغیر میں مسلمانوں کی بالادستی دوبارہ قائم کر دیتا مگر ہم نے انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے دین کی بجائے طاغوتی نظام کو ترجیح دی اور انگریز کے قانون کو اپنا آئین بنایا، اقامت دین کی بجائے اقتدار کی رسہ کشی ہمارے حکمرانوں کا مطمح نظر ٹھہری۔ نتیجہ میں دوبارہ قانون قدرت حرکت میں آیا اور سب سے بڑی اسلامی مملکت دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ بنگال جہاں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اور جو قیام پاکستان میں صف اوّل کا کردار تھا، پاکستان کے ہاتھ سے نکل کر پکے ہوئے پھل کی طرح بھارت کی جھولی میں جا گرا اور بھارت کو خطہ پر اجارہ داری کا دوبارہ موقع مل گیا۔ آج اسی بنگلہ دیش میں ایک طرف پاکستان کے حمایتیوں کو چن چن کر پھانسیاں دی جا رہی ہیں اور دوسری طرف بھارتی لیڈر پاکستان توڑنے پر ایوارڈ وصول کر رہے ہیں اور اس کے خلاف زہر بھی اُگل رہے ہیں۔

اس عظیم سانحہ سے سبق سیکھتے ہوئے ہمارے حکمرانوں کو چاہیے تھا کہ اللہ کے ہاں توبہ تائب ہوتے ہوئے ملک کے آئین کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھال کر قرارداد مقاصد کو عملی شکل دیتے۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے نظام مصطفیٰ کے نعرہ کو محض سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد وعدے سے پھر گئے۔ لیکن جن لوگوں نے نظام مصطفیٰ کے لیے لاٹھیاں اور گولیاں کھائی تھیں اور جیلیں کاٹی تھیں وہ بے گناہ اور مخلص تھے۔ ان کے طفیل اور روس کے بے دین کمیونزم نظام کے خلاف جہاد کی برکت سے اللہ نے پھر موقع دیا، پاکستان ایٹمی طاقت بن گیا اور افغانستان جو ہمیشہ سے پاکستان کے خلاف بھارت کے ہاتھوں استعمال ہورہا تھا اب پاکستان کا داہنا بازو بن گیا اور پاکستان کو خطہ میں دوبارہ قدرے مستحکم پوزیشن حاصل ہوگئی۔ طاغوتی طاقتوں کو ہماری یہ مستحکم پوزیشن کہاں منظور تھی ہمارے میر جعفروں اور میر صادقوں کو بھی راس نہ آئی۔ کہاں قیام پاکستان کا مقصد پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانا تھا اور کہاں پرویز مشرف نے تمام حدود کو پار کرتے ہوئے پاکستان کو اسلام کے خلاف طاغوتی طاقتوں کا قلعہ بنا ڈالا۔ ایک طرف دھرتی پہ قائم اللہ کے دین کا واحد نظام افغانستان سے ملیا میٹ کرنے کے لیے اتحادیوں سے بھی دو قدم آگے نکل گیا تو دوسری طرف اپنے ملک میں ”روشن خیال پاکستان“ کے نام پر اسلامی اقدار کے درپے ہوا۔ اللہ سے سرکشی اور بغاوت پر مبنی یہ اس قدر سنگین جرم تھا جس کی سزا پاکستانی قوم آج تک بھگت رہی ہے اور نہ جانے مزید کب تک بھگتے گی، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ آزادی کا جشن منانے کے ساتھ ساتھ اللہ سے استغفار بھی کریں کہ شاید وہ ہمیں کسی بڑے عذاب سے بچا لے۔

ہمارے بنیادی نصب العین کا تقاضا تھا کہ ہم بحیثیت مسلم خطہ میں متحد ومنظم ہو کر دجالی وطاغوتی قوتوں کا مقابلہ اس طور کرتے کہ اللہ کا نظام خطہ میں غالب ہو کر رہتا اور اللہ کے دین کی سربلندی و بالادستی قائم ہو جاتی۔ لیکن اس کے برعکس ہماری ان نادانیوں سے جس قدر پاکستان کو نقصان پہنچا اسی قدر خطہ میں طاغوتی جال مضبوط ہوتا چلا گیا۔ پہلے تو بنگلہ دیش بھارت کی مٹھی میں گیا تھا، اب افغانستان بھی پاکستان کے خلاف بھارت کا اہم ترین مورچہ بن چکا ہے۔ کشمیر کے مسئلہ پر بھی شروع دن سے پسپائی کا رویہ اختیار کیا گیا۔ پہلے تو فوج بھیجنے کے معاملے پر انگریز کمانڈر انچیف ڈگلس گریسی نے قائداعظم کا حکم نہ مان کر کشمیر کو بھارت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ پھر جب کشمیری مجاہدین قبائلیوں کی مدد سے کشمیر کی مکمل آزادی کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے، یہاں تک کہ بھارت

بھاگ کر اقوام متحدہ کے پروں تلے پناہ لینے پر مجبور ہوا، قریب تھا کہ کشمیر مکمل طور پر آزاد ہو جاتا مگر پاکستان کی جانب سے جنگ بندی قبول کر لی گئی حالانکہ اس وقت کے مسلمان فوجی ماہرین جنگ بندی کے سخت خلاف تھے۔ بعدازاں معاہدہ تاشقند اور شملہ معاہدہ میں پاکستانی حکمرانوں کی جانب سے مزید پسپائی اختیار کی گئی۔ رہی سہی کسر پرویز مشرف کے 4 نکاتی فارمولے نے پوری کر دی۔ جب کہ کشمیری آج بھی سبز ہلالی پرچم لہرا کر پاکستان کے ساتھ شمولیت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کرکٹ میچ ہو یا حریت کا میدان جنگ، کشمیری آج بھی پاکستان کی حمایت میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ اڑھائی لاکھ کشمیری شہداء کا خون آج بھی حساب مانگ رہا ہے۔

ہم نے ہندو اجارہ داری سے آزادی اس لیے چاہی تھی تاکہ اس کی شر پسندیوں اور دجالی ہتھکنڈوں سے نجات پا سکیں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے سنہری اُصولوں کے مطابق ڈھال کر اپنے معاشرے کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا سکیں۔ مگر ہمارے حکمرانوں کی بداعمالیوں کے نتیجے میں ہم آج اپنے ہی ملک میں ہندو شر سے محفوظ نہیں رہے۔ ایک طرف بم دھاکوں، قتل و غارت گری اور خون ریزی میں بھارت کا مکروہ ہاتھ کھل کر سامنے آ گیا تو دوسری طرف کشمیر آزاد نہ ہونے کی وجہ سے اہم دریاؤں پر بھارت کا قبضہ و کنٹرول ہے۔ وہ جب چاہے پانی روک کر پاکستان کی معیشت کو مفلوج بنا دے اور جب چاہے دریاؤں میں پانی چھوڑ کر سیلاب سے تباہی مچا دے۔

اللہ کی طرف سے ہم پر عائد عظیم ذمہ داری کا تقاضا تھا کہ ہم خطہ میں طاغوت کو شکست فاش دے کر اللہ کے دین کی سربلندی قائم کرتے اس کے برعکس ہمارے حکمران پاک و ہند معاشرے اور تہذیب میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ انڈین گانوں، فلموں اور ڈراموں پر کوئی پابندی نہیں۔ اونچی آواز میں فحش اور بے حیائی پر مبنی گانے سُنے جا سکتے ہیں مگر دین اسلام کی تبلیغ منع ہے۔ سینما ہاؤس جگہ جگہ کھلے ہیں مگر مذہبی اجتماعات پر پابندی ہے۔ شادی بیاہ سے لے کر عام رسوم و رواج تک ہندو کلچر اور تہذیب کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ فحاشی، عریانی اور بے حیائی کے ثمرات جہاں بھارت خود بھگت رہا ہے وہیں پر یہ بے ہودگی پاکستان میں بھی انڈیل کر پاکستانی قوم کو کردار و عمل کے لحاظ سے مفلوج کیا جا رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سود حرام ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلا اعلان جنگ ہے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں اور سب سے ہلکا گناہ اس کے مساوی ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے“۔ علامہ اقبال نے سود کو اُم الخبائث قرار دیا۔ قائداعظم نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب آپ کو اسلام کا نظام معیشت تیار کرنا ہے، مغربی نظام معیشت نے انسان کو کوئی خیر اور بھلائی عطا نہیں کی۔ لیکن اس کے باوجود ہماری معیشت کا دارومدار سود پر ہے۔ ہم نے روس کے بے دین نظام کے خلاف جہاد کیا لیکن مغربی تہذیب اور مغرب ساختہ سیکولر نظام کو اپنے اوپر خود مسلط کر رکھا ہے۔

اللہ کی طرف سے عائد عظیم ذمہ داری اور اپنے بنیادی نصب العین سے دانستہ انحراف اور سرکشی و بغاوت کا نتیجہ ہے کہ آج ہماری معیشت ورلڈ بنک کی محتاج ہے، ہمارا نظام تعلیم مغربی پالیسی سازوں کے نظر کرم پر ہے، ہماری سیاست اور حکومت امریکہ کی غلامی پر منحصر ہے۔ ہمارے اعداد و شمار کے جادوگر بتاتے ہیں کہ معیشت روز افزوں ترقی کر رہی ہے مگر دوسری طرف غریب کا چولہا بُجھ رہا ہے۔ غربت، افلاس اور بھوک پیاس سے تنگ مائیں اپنے لخت جگروں کا گلا گھونٹ رہی ہیں۔ آئے روز اس وجہ سے خودکشیوں اور خودسوزیوں کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ منی لانڈرنگ میں کروڑوں روپے ملک سے باہر جا رہے ہیں مگر تھر میں بچے بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر اور سسک سسک کر مر رہے ہیں۔ جاگیر دار، زمیندار اور سرمایہ دار مزدور و کسان کے خون پسینے کی کمائی پر عیش کر رہا ہے۔ اُس کے اپنے بچے انگلینڈ اور امریکہ کی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں جبکہ مزدور و کسان کے بچے کو نہ دوا ملتی ہے اور نہ تعلیم کی سہولت میسر ہے۔

غلامی در غلامی، محرومیاں، بے یقینی، افراتفری، انتشار، نفرتیں، کدورتیں، تعصبات اور بغاوتیں اور ان حالات میں جشن آزادی! ضروری ہے کہ جشن کی بجائے ہم اپنے حکمرانوں کی عقل پر ماتم کریں اور اپنے رب کے حضور تائب ہو کر سچے دل سے معافی مانگیں اور ازسر نو اپنی سمت کا تعین کرتے ہوئے حقیقی نصب العین کو زندگیوں کا مقصد بنا لیں۔ اگر ہمیں حقیقی آزادی اور بقا و سلامتی مطلوب ہے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ملک میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم کریں۔

☆☆☆

بقیہ: اسلامی اخلاق

آپ اپنے دشمنوں سے باخبر ہو جائیں گے۔

غصہ کے وحشیانہ جذبات کو قابو کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خود کو خداوند قدوس کے سپرد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جس طرح تو ہمیں گناہوں سے بچنے کے لیے طاقت عطا کرتا ہے اسی طرح ہمیں اپنی طاقت یعنی غصہ پر قابو پانے کی قوت عطا کر۔ جذبات اور غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ایک ڈاکٹر نے ترکیب بتائی ہے کہ جب آپ غصہ میں ہوں تو زیرلب دس تک گنتی گنیں۔ اگر غصہ پھر بھی زائل نہ ہو تو بیس تک۔ جہاں تک ہو سکے، لوگوں کو معاف کرنے کے اصول پر عمل کریں۔ اگر آپ لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے کی عادت بنا لیں گے تو اپنے دل اور ذہن پر ایک مقدس سکون کا سایہ محسوس کریں گے۔ آپ خود کو فتح مند اور عظیم شخص سمجھنے لگیں گے، آپ کی ہستی دوسرے لوگوں سے بلند ہو گی۔ ان شاء اللہ!

جب کبھی آپ کو غصہ آئے تو خود سے کہیں: یہ غصہ مجھے جذباتی طور پر جو نقصان پہنچا رہا ہے کہیں وہ بہت زیادہ تو نہیں؟ میں کہیں غصہ کے ہاتھوں احمق تو نہیں بن رہا؟ یوں کرنے سے تو میں اپنے دوست احباب کو کھو بیٹھوں گا۔ مزید اس طریقے کو پُر اثر بنانے کے لیے آپ اپنے آپ سے مندرجہ ذیل الفاظ دن میں تین چار مرتبہ کہتے رہیں کہ: ”کسی چھوٹی سی بات پر مشتعل ہو جانا دانائی سے بعید ہے۔“ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو غصہ پر کنٹرول رکھ کر جنت میں لے جانے والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ☆☆☆

دعائے صحت

☆ منفرد اسرہ اکاڑہ کے ملتزم رفیق ثوبان اسماعیل روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

اچھی صحبت اپنائیے!

روح اللہ

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''انسان پر صحبت کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ اگر آدمی عقلمندوں میں رہے تو عقلمندی آجاتی ہے، بے وقوفوں میں رہے تو انسان بے وقوف ہوجاتا ہے، عورتوں میں رہے تو زنانہ پن آجاتا ہے، اپاہجوں میں رہے تو کاہل بن جاتا ہے، مجاہدین میں رہے تو مردانگی اور جرأت پیدا ہوجاتی ہے، غرض صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔''

جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''برے ہم نشین کے مقابلے میں تنہائی بہتر ہے اور اچھے آدمیوں کی ہم نشینی تنہائی سے بہتر ہے۔''

(بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''کیا میں بتلاؤں تجھ کو بنیادی چیز جس پر یہ دین قائم ہے اور جس کے ذریعے تم دنیا وآخرت کی بھلائی کو پالو؟''

فرمایا:

''اہل ذکر کی مجلس اختیار کرو۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرو، جب تنہائی میں بیٹھو تو جس قدر ممکن ہو زبان سے اللہ اللہ کرتے رہو اور جس سے دوستی رکھو تو محض اللہ کے لیے اور جس سے دشمنی رکھو تو اللہ کے لیے۔ ابورزین! تم کو خبر ہے جب کوئی اپنے گھر سے مسلمان کی زیارت کے لیے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے اس کو دعائیں دیتے ہوئے چلتے ہیں اور اس پر درود بھیجتے ہیں (یعنی دعائے مغفرت کرتے ہیں) اور فرشتے کہتے ہیں: الٰہی! اس بندے نے چوں کہ محض تیرے لیے تیرے بندے کی صحبت و مجلس اختیار کی اور اس سے رابطہ اور تعلق قائم کیا ہے، اے اللہ! تو بھی اس سے تعلق رکھنا۔ جس قدر طاقت وقوت تیرا ساتھ دے اہل ذکر کی مجلس میں بیٹھنا اور دین داروں کی زیارت کرتے رہنا۔'' (مشکوٰۃ: ص 437)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''اچھی اور بری مجلس یا نیک اور بدلوگوں کی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک اٹھائے ہوئے ہے، دوسرا شخص بھٹی سلگا رہا ہے۔ ''حامل مشک'' نیک آدمی کی مجلس سے یا تو یہ فائدہ ہے کہ وہ پاس بیٹھنے والے کو بغیر قیمت کے مشک دے دے گا یا اس سے خرید لے گا نہیں تو تم کو اس مشک کی خوشبو تو پہنچے گی۔ یہی حال ہے نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے کا، اگر ان کا فیض کسی کو نہ پہنچے تو یہ بھی غنیمت ہے کہ اتنی دیر ان کی صحبت اور مجلس میں بیٹھ گئے اور ہر قسم کی برائی سے بچے رہے اور بھٹی کا سلگانے اور دہکانے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا (اس کی بھٹی سے کوئی چنگاری اڑ کر) نہیں تو تجھ کو دھوئیں کی بدبو تو ضرور پہنچے گی''۔ (مسلم)

اچھی صحبت کے فوائد

1۔ علامہ محمد بن منکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ ایک نیک آدمی کی خاطر اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد تک کی حفاظت فرماتا ہے اور اس جگہ تک کی حفاظت فرماتا ہے جس میں وہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے قرب وجوار اور آس پاس کی چیزوں تک کی حفاظت فرماتا ہے۔ چنانچہ یہ سب کے سب ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگہبانی میں رہتے ہیں۔''

2۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو، اس طرح تمہارے افعال میں ان کے افعال کا رنگ پیدا ہوجائے گا۔''

3۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اصحابِ حضرت خیر البشر ﷺ، آپ ﷺ کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیاءِ اُمت کو آخر میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سرہ جو خیر التابعین ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے، جن کو صرف ایک ہی مرتبہ خیر البشر ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی، کیوں کہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔''

4۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نیک آدمی کی صحبت دل کو تر وتازہ کر دیتی ہے۔''

بری صحبت کے نقصانات

1۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو بروں کی صحبت میں بیٹھے اگرچہ ان کی عادات اختیار نہ کرے برا ہی کہلائے گا، جیسا کہ کوئی شراب کی بھٹی پر جا کر نماز پڑھے، تو شراب خور ہی کہلائے گا''۔

2۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کے پاس بیٹھا، اللہ نے اس کو خاندانِ نبوت سے باہر نکال دیا، اصحاب کہف کا کتا کچھ دن نیک لوگوں کے ساتھ رہا، اللہ نے اس کو اصحاب کہف میں شمار کیا۔''

3۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو فاسقوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے وہ گناہ کرنے میں دلیر ہوجاتا ہے۔''

4۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''انسان کے لیے بری صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز (نقصان دہ) نہیں۔''

5۔ حضرت سید احمد رفاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا، اس میں اللہ تعالیٰ آٹھ باتیں زیادہ کریں گے۔

(الف) جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں تکبر اور سنگ دلی بڑھا دیں گے۔

(ب) جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا کی حرص ہوگی۔

(ج) جو فقراء اور درویشوں کے پاس بیٹھے گا اس میں تقدیر پر رضا ہوگی۔

(د) جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو ولعب کا شوق ہوگا۔

(ر) جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دیں گے۔

(و) جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دیں گے۔

(ز) جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ کی رغبت اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دیں گے۔

(ح) عاقل کی صحبت دین اور دنیا کی ترقی کا سبب ہے اور بے وقوف کی صحبت سے دین اور دنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی ساہیوال اور رمضان المبارک

☆ ساہیوال کے معروف سرجن ڈاکٹر منیر احمد کے ہسپتال میں قائم مسجد میں نمازِ تراویح کے بعد قرآن مجید کے اہم مضامین کا خلاصہ بیان کیا گیا جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پر محیط ہوتا تھا۔ سامعین کی اوسط حاضری چالیس افراد تھی۔ سامعین کے مطالبے پر اسے رمضان المبارک کے بعد بھی مستقل بنیادوں پر بروز اتوار بعد نمازِ مغرب جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

☆ مسجد بابری، سوڑی گلی میں خطباتِ جمعہ میں جناب عبداللہ سلیم نے خطاب کیا۔ سامعین کی حاضری تقریباً چھ سو افراد تھی۔ ایک جمعۃ المبارک کا خطاب مسجد القدس، فرید ٹاؤن میں ہوا جس میں شرکاء کی تعداد تقریباً پانچ سو افراد تھی۔ جمعۃ الوداع کا خطاب مسجد جامعہ رحیمیہ، فتح شیر کالونی میں ہوا جس میں حاضری تقریباً ایک ہزار افراد تھی۔

☆ تکمیل قرآن کے حوالے سے 25 رمضان المبارک کی شب ایڈووکیٹ جناب شیخ احسن حفیظ کی رہائش گاہ پر منعقدہ تقریب میں جناب عبداللہ سلیم نے خطاب کیا جس میں مرد وخواتین کی حاضری تقریباً سو افراد تھی۔ 27 رمضان کی شب جناب میاں محمد یونس (صنعت کار) کی رہائش گاہ پر تکمیل قرآن کی تقریب سے خطاب کیا اور دُعا کرائی۔ اوسط حاضری 70 مرد اور 60 خواتین تھیں۔ 28 رمضان کی شب میاں محمد لطیف، ایڈمنسٹریٹر ساہیوال کی رہائش گاہ پر تکمیل قرآن کی تقریب سے خطاب کیا۔ پروگرام میں 50 مردوں اور 50 خواتین نے شرکت کی۔ 29 رمضان المبارک کی شب ابراہیم آرتھوپیڈک سنٹر میں تراویح کے بعد تکمیل قرآن تقریب سے خطاب کیا جس میں شرکاء کی تعداد تقریباً ساٹھ تھی۔ اس مساعی کا نقد انعام اللہ نے یہ دیا کہ پانچ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے جو کہ ڈاکٹر اور انجینئر ہیں، تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

☆ قیام اللیل کے سلسلے میں جناب عبداللہ سلیم نے 25 شب رمضان المبارک کو جامع مسجد صفیہ، غلہ منڈی میں خطاب کیا، جس میں شرکاء کی تعداد تقریباً 70 افراد تھی۔ 27 رمضان کی شب مسجد عزیز، بس سٹینڈ میں خطاب کیا۔ پروگرام میں تقریباً 60 افراد نے شرکت کی۔ 27 رمضان کی شب مسجد بابری، سوڑی گلی میں خطاب کیا۔ اس میں حاضری تقریباً 2500 تھی۔

☆ ترجمہ قرآن کی کلاس جمعہ اور ہفتہ کو بعد نمازِ فجر جناب نعیم عبداللہ کی رہائش گاہ پر جاری ہے۔

☆ ماہانہ درس قرآن کی ایک تقریب مسجد عزیز میں منعقد ہوئی جس میں جناب عبداللہ سلیم نے خطاب کیا۔ اس میں افطاری کا بھی اہتمام کیا گیا۔ شرکاء کی تعداد 80 تھی۔

☆ ماہانہ درس قرآن کی ایک تقریب میاں یونس کے گھر پر منعقد ہوئی جس میں جناب عبداللہ سلیم مقرر تھے۔ اس میں افطار اور ڈنر کا اہتمام کیا گیا۔ اوسط حاضری 100 افراد تھی۔

☆ درس قرآن کی ایک تقریب جناب نثار احمد کی رہائش گاہ پر بعد نمازِ عصر منعقد ہوئی جس میں جناب عبداللہ سلیم نے خطاب کیا۔ شرکاء کی تعداد 100 افراد تھی۔ (مرتب: جاوید اقبال)

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کا ماہانہ تربیتی اجتماع

31 جولائی 2015ء کو مسجد جامع القرآن، رحمٰن ٹاؤن میں ماہانہ تربیتی اجتماع ہوا۔ رفقاء واحباب کی حاضری تقریباً 50 افراد تھی۔ آغاز خطبہ جمعۃ المبارک سے ہوا، جس کی سعادت حافظ محمد فرخ ضیاء نے حاصل کی۔ خطبہ کا موضوع ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت'' تھا۔ جناب محمد منشاء نے ''بندہ مومن کی حقیقت'' پر درس حدیث بیان کیا۔ حافظ محمد شاہد مون نے سیرت صحابہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ''حضرت سلمان فارسیؓ'' کی زندگی کا حوالہ دیا۔ کھانے کے بعد قمرالدین نے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کی ذمہ داری قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کی۔ جناب حافظ فرخ ضیاء نے ''رب ہمارا'' کے موضوع پر تفصیلی خطاب کیا۔ اس کے بعد امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید کی پالیسی سٹیٹمنٹ سنی گئی۔ مقامی امیر نے اختتامی کلمات سے سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ (رپورٹ: قمرالدین بھٹی)

تنظیم اسلامی چشتیاں کی رمضان میں دعوتی سرگرمیاں

الحمد للہ امسال مقامی تنظیم کو مسجد ابوایوب انصاری کی شکل میں ایک مرکز مل گیا۔ 15 جون 2015ء کو نمازِ مغرب کی ادائیگی سے اس مسجد کا افتتاح ہوا۔ 250 لوگ جمع ہوئے۔ محترم نثار شفیق کا روزے کے عنوان سے ایک پُرمغز درس قرآن ہوا۔ رمضان المبارک میں تراویح اور درس قرآن کا باقاعدہ اعلان ہوا۔ نمازِ تراویح میں 30 تا 35 نمازی ہوتے تھے۔

بعد نمازِ فجر قرآن پاک کی آخری منزل کے مطالعہ پر مشتمل درس قرآن رکھا گیا۔ اس کا دورانیہ 45 منٹ تھا۔ خواتین کے لیے انتظام مسجد کے ساتھ والے گھر میں کیا گیا تھا۔ اس پروگرام میں 40 مردوں اور 30 خواتین نے شرکت کی۔ 26 رمضان المبارک کی صبح درس قرآن کا اختتام ہوا۔ نمازِ تراویح میں تکمیل قرآن ستائیسویں شب ہوا۔ درس قرآن مقامی امیر محمد امین نوشاہی نے بعنوان ''قرآن کا پیغام بندوں کے نام'' دیا۔ اس میں 100 کے لگ بھگ مرد اور 30 خواتین نے شرکت کی۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

بہاولنگر: رمضان، قرآن اور مسجد جامع القرآن

مسجد جامع القرآن، بہاولنگر میں ہر سال رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۃ القرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس بار ترجمہ کی بجائے خلاصہ مضامین قرآن کرنے پر اتفاق رائے ہوا۔ ہر روز ایک سیپارہ تلاوت کے ساتھ 20 تراویح ادا کی جاتیں۔ ہر دس تراویح سے پہلے آدھے سیپارے کا خلاصہ بیان کیا جاتا۔ پہلی دس تراویح کے بعد شرکاء کے لیے چائے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کم وبیش 30 لوگ نمازِ تراویح میں شامل ہوتے رہے۔ خلاصہ قرآن کی سعادت محمد یونس نے حاصل کی۔ نمازِ تراویح اور خلاصہ قرآن کا سلسلہ تقریباً رات ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہتا۔

نمازِ تراویح کے بعد ایک قرآنی محفل کا انعقاد کیا جاتا۔ ڈاکٹر سخی چشتی جو کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے اوّلین ساتھیوں میں سے ہیں، اس محفل کو قرآنی علوم سے مزین کرتے۔ تلاوت کیے گئے چیدہ چیدہ موضوعات کا انتخاب کیا جاتا اور اُن پر مذاکرہ کی شکل میں سیر حاصل گفتگو ہوتی۔ خیر وبرکات کا یہ دور رات ڈیڑھ بجے تک جاری رہتا۔ آخری روز لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اس محفل میں شرکت فرمائی۔ شرکاء کی شیرینی سے تواضع بھی کی گئی۔

(رپورٹ: زاہد محمود)

مقامی تنظیم ہارون آباد غربی کے زیرِ اہتمام رمضان پروگرام

رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کی ذمہ داری محترم محمد منیر احمد نے ادا کی۔ پہلی دس تراویح میں جو قرآن پڑھا جاتا، پہلے اس کا ترجمہ اور بعد میں نمازِ تراویح پڑھی جاتی۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ اور بعد میں بقیہ دس تراویح کا ترجمہ اور نمازِ تراویح ادا ہوتی تھی۔ اور آخری عشرہ میں اعتکاف پروگرام ہوا جس میں تقریباً 55 ساتھیوں نے شرکت کی۔ تقریباً 23 نئے رفقاء نے بیعت فارم پُر کر کے دیے۔ ماہ رمضان میں پہلی دفعہ 30 سے 35 مردوں اور اتنی ہی عورتوں کی شمولیت رہی۔

☆☆☆☆☆

Late General Hamid Gul: Another Pakistani General that the West Feared

The former Pakistan intelligence service ISI chief, Lt. Gen. Hamid Gul, who died after suffering a brain hemorrhage on Sunday 16th August 2015 at the age of 79, probably was the most hated Pakistani general in the West's mainstream media. Interestingly, his views about the US were no different than the views of the two 'celebrated' Zionist American Jews, former US secretary of state Henry Kissinger and professor Noam Chomsky.

> *"America is the world's greatest terrorist state," – Noam Chomsky declared, in his speech at MIT criticizing US invasion of Afghanistan.*
>
> *"America has no friends, only interests," declared Henry Kissinger while speaking on US foreign policy.*

But while Henry Kissinger has always been the darling of western media for reasons that are obvious, Professor Chomsky, an offspring of Zionist Jewish parents, lived in a Jewish settlement in Palestine and doesn't believe the imposter state of Israel as an illegal entity. Professor Chomsky is often 'demonized' by Zionist-regime's foot-soldiers like David Horowitz, who in his September 26, 2001 *FrontPage* magazine article, *'The Sick Mind of Noam Chomsky'* wrote: "Without Question, the most devious, the most dishonest and – in this hour of his nation's grave crisis – the most treacherous intellectual in America belongs to MIT professor Noam Chomsky."

So why the late General Hamid Gul was hated by the West's mainstream media so much? Because, in an interview with *Arnaud de Borchgrave*, *UPI editor-at-large* on September 14, 2001, Hamid Gul pointed finger at the Bush administration and Israel for masterminding 9/11. In the same interview, the deceased General said: "The U.S. spends $40 billion a year on its 11 intelligence agencies. That's $400 billion in 10 years. Yet the Bush Administration says it was taken by surprise! I know how the intelligence and surveillance apparatus work and I do not believe Mr. Bush and team one single bit. Within 10 minutes of the second twin tower being hit in the World Trade Centre, CNN emphatically claimed that Osama bin Laden had done it. That was a planned piece of disinformation by the real perpetrators. It created an instant mindset and put public opinion into a trance, which prevented even intelligent people from thinking for themselves."

In this context – the Zionists' definition of "freedom of speech" is best described by Noam Chomsky in the review of D. Norman Finkelstein's book 'The Holocaust Industry': "Only a Jew can write such a book and get it published." Dr. Norman Finkelstein quoted his late mother in the Foreword of the same book: "It's not an accident that Jews invented the word chutzpah."

General Hamid Gul took premature retirement from the Armed forces of Pakistan during the tenure of General Asif Nawaz as the Chief of Army Staff (COAS). Had he not taken that decision, he would have been a strong candidate for the next COAS on the death of COAS General Asif Nawaz on January 8, 1993. Consequently General Abdul Waheed was appointed as General Asif Nawaz's successor while General Hamid Gul preferred

to live the rest of his life as a retired Army Officer.

In 2008, the US listed Hamid Gul on its ‘terrorist list’, claiming that he had ties with Al-Qaeda and Taliban.

A few years back, late General Hamid Gul was interviewed on a Pakistani Web-TV show, during which he detailed Islamabad’s submission to the American cause and said that the Government of Pakistan was earning public anger and enmity of Pashtun tribes on both sides of the Durand Line. Fortunately, thanks to the insight of the protectors of our frontiers, the situation now is remarkably calmer and has been resolved to a certain degree, all made possible by undoing the tactics of Indian insurgency in our homeland, using the strong arm of law to quell rebellions and initiating peace talks with the Afghan Taliban.

Back during the days of chaos in Pakistan, General Hamid Gul assured the ‘cunningly paranoid’ foreign powers that Pakistan’s nuclear arsenal was quite safe under the command and control of our military. He reiterated time and again that weapons of such mass destruction would never be allowed to fall in the hands of terrorists operating on Pakistani soil. His was one of the first voices to suspect that *Daesh* was been provided funding, weaponry and training by NATO-allied countries. He squarely blamed Israel and India for using Washington and London to blackmail Pakistan through insurgency and terrorism.

Late General Hamid Gul led the life of a true warrior of Islam and although his loss will be deeply felt by the patriots of our nation, yet Allah *(SWT)* has strange ways of creating *Hamid Guls* time after time!

We ask of Allah *(SWT)* to bestow his mercy and forgiveness on the deceased and elevate his ranks in the Hereafter. Aameen!

Adapted from: ***Rehmat’s World***

کتاب نما

نام کتاب: درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟

مصنف: انجینئر مختار فاروقی

ضخامت: 72 صفحات

قیمت: 120 روپے

ملنے کا پتہ: قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ

انجینئر مختار فاروقی اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ کئی تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں جو قرآن اکیڈمی جھنگ کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہیں۔ انجینئر فاروقی کا درسِ قرآن کا تجربہ کئی سالوں پر محیط ہے انہوں نے درسِ قرآن کو زیادہ سے زیادہ موثر بنانے کے لئے خوب محنت کی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تمہید کے علاوہ یہ کتاب 10 ابواب پر مشتمل ہیں۔ ہر باب مختصر مگر جامع ہے۔ جو قرآن کے مدرس کے لیے خصوصی راہ نمائی مہیا کرتا ہے اور درس کو نہ صرف معلومات افزا بناتا ہے بلکہ دلکش اور موثر بھی بناتا ہے۔

منصف کے نزدیک ضروری ہے کہ ہر مدرس قرآن اپنے دروس کے اندر مندرجہ ذیل موضوعات کو خاص طور پر نمایاں کرے۔

1۔ قرآن مجید اللہ کا کلام اور انسانوں کے نام اللہ کا آخری پیغام ہے۔
2۔ قرآن مجید کے نزدیک حقیقی انسان کون ہے۔
3۔ قرآن مجید آپؐ کا زندہ معجزہ ہے۔
4۔ قرآن مجید کے نزدیک انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے۔
5۔ قرآن مجید نظام خلافت کے قیام کا ذریعہ ہے۔

کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر افادیت کے اعتبار سے خوب ہے۔

تنظیمی اطلاعات

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مقامی تنظیم ’’چکوال‘‘ کرنل (ر) عبدالقدیر کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی جانب سے مقامی تنظیم چکوال میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 جولائی 2015ء میں مشورہ کے بعد کرنل (ر) عبدالقدیر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ اسلام آباد میں نئی مقامی تنظیم ’’ہری پور‘‘ کا قیام اور ڈاکٹر محمد شاہین تنولی کا بطور امیر تقرر

قائم مقام امیر حلقہ اسلام آباد کی طرف سے منفرد اسرہ جات ہری پور، کھلابٹ اور حطار کو ملا کر ایک نئی مقامی تنظیم ’’ہری پور‘‘ تشکیل دینے اور ڈاکٹر محمد شاہین تنولی کو مجوزہ مقامی تنظیم کا امیر مقرر کرنے کی سفارش موصول ہوئی ہے۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 جولائی 2015ء میں مشورہ کے بعد مجوزہ نئی مقامی تنظیم کے قیام اور تقرر امیر کی منظوری فرمائی۔